انکی ان تصانیف کا مقصد کیا ہے، مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام تیرون کا ایک نہ ایک ہدف ہے، باوجود اس نیاز محبت کے جو ہمارے انکے درمیان ہے، ان مباحث پر ہمارے انکے راے کا اختلاف ناظرین سے مخفی نہین،

اس کتاب مین خواجہ صاحب نے سادات بنی فاطمہ اور مدعیان سیادت فاطمی کی اُن کوششون کو جمع کیا ہے جو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت مین اُن سے ظہور مین آئین، ہم نے سادات بنی فاطمہ اور مدعیان سیاست فاطمی کے دو لفظ استعمال کئے ہین اور اُنکے لئے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کا ذکر کیا ہے، اس سے مقصود یہ ہے کہ سادات بنی فاطمہ نے اپنے آبائی مذہب (اسلام) کی تبلیغ کی، اور مدعیان سیادت فاطمی نے اپنے آبائی مذہب کی یعنی ایران مین مجوسیت کی آمیزش کے ساتھ اور ہندوستان مین ہندوئیت کی ترکیب واختلاط کے ساتھ اچھا ہوتا اگر خواجہ صاحب حق وباطل کے ان دونون حدود کو الگ الگ رکھتے، آخر مین دکن کے بہت سے مسلمان فقراء کے فرقون کا دلچسپ بیان اضافہ کیا ہے، ہمارا خیال ہے کہ دکن کی سرزمین جسمین گجرات، کاٹھیاوار، مہاراشٹر اور دکن خاص کے تمام ممالک داخل ہین، مذاہب عالم کا ایک زندہ نمائشگاہ ہے، ملل ونحل کی کتابون مین جن فرقون کا نام ہم سُنتے ہین، اور اُنکو عدم واقفیت سے ہم مفقود سمجھتے ہین، کسی نہ کسی نام کے ساتھ ہم اُنکو وہان ضرور پائینگے،

بہرحال خواجہ صاحب کے لٹریچر کے قدردانون کے لئے یہ ایک نیا سلسلہ بھی دلچسپی کا باعث ہوگا، ضخامت ۲۰۰ صفحات، قیمت (۲) خواجہ بک ڈپو دہلی،

مجلد ششم	ماہ ربیع الثانی سنہ ۳۹ھ مطابق دسمبر سنہ ۲۰ء	عدد ششم

مضامین

مطبوعات جدیدہ

سیرۃ عائشہ رضؓ، ازمولانا سید سلیمان ندوی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے احوال زندگی کی تفصیل، قرن اول کے خانہ جنگیون کے اصلی اسباب کی تشریح، ام المومنین کے فضائل و اخلاق کا بیان اور انکے علمی اجتہادات وکمالات پر تبصرہ چھپکر تیار ہے، ضخامت ۵۰۰ صفحات قیمت درجۂ اول (کاغذ وطبع اعلی) (۳) درجہ دوم (۳) درجہ سوم (کاغذ دیسی سفید) عہ۔

"مینیجر"

شذرات

مشرقی لٹریچر کے ہواخواہ بالعموم، اور ڈاکٹر اقبال کے کلام کے مداح بالخصوص اس خبر کو سُن کر خوش ہونگے کہ انکی مشہور فارسی مثنوی اسرارِ خودی کا انگریزی ترجمہ لندن مین چھپ کر شایع ہوگیا ہے، مترجم کیمبرج یونیورسٹی کے ممتاز مستشرق پروفیسر نکلسن ہین جو اسلامی ادبیات و تصوف پر متعدد تصانیف کے مصنف ہین اور عربی و فارسی کی چند نادر و بیش بہا کتابین ایڈٹ کر چکے ہین، اس ترجمہ پر انھون نے بکثرت حواشی دیئے ہین، اور ایک مبسوط مقدمہ بھی تحریر کیا ہے، ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ، ودبار اس پر نوٹ لکھہ چکا ہے، جو علمی حلقون مین کتاب کی اہمیت و مقبولیت کی ایک واضح دلیل ہے، سطور ہذا کی تحریر کے وقت تک کتاب ہندوستان نہین پہنچی ہے،

عربی و فارسی لٹریچر سے یورپ کو جسقدر اعتنا رہے، غنیمت ہے، لیکن حیرت و تاسف کا مقام ہے کہ اردو کی جانب اسکی بے التفاتی ہنوز جون کی تون ہے، حالانکہ ہندوستان کے بیشتر حصون کی زبان اُردو ہی ہے، اور سات کروڑ مسلمانون کی مشترک زبان تو صرف یہی ہے انکے اخبارات اسی زبان مین نکلتے ہین، انکے علمی و ادبی رسائل اسی زبان مین شایع ہوتے ہین، انکے شاعری کی یہی زبان ہے، اُنکے گھرون مین یہی زبان بولی جاتی ہے، اُنکی تصنیف و تالیف اسی زبان مین ہوتی ہے، انکے سیاسی جذبات کی ترجمانی یہی زبان کرتی ہے

انکی مجالس وعظ، و محافل میلاد وغیرہ مین یہی زبان مستعمل رہتی ہے، غرض انکی سیاسی، تعلیمی، مذہبی، قومی، خانگی، علمی، ہر قسم کی اجتماعی زندگی کی روح رواں یہی زبان ہے، ایسی حالت مین اس سے اس بے التفاتی و بے اعتنائی کا ظہور، یورپ اور خصوصاً انگلستان کی جانب سے جسے ہندوستان پر حکومت کرتے ڈیڑھ سو سال سے زاید ہو چکے ہین جسقدر ہمارے لئے حیرت انگیز ہے اسیقدر اُنکے لئے افسوسناک ہے،

میر و درد، غالب و مومن، انیس و دبیر، حالی و اکبر، سر سید و آزاد، نذیر احمد و شبلی جس زبان کے خزانہ کو اپنے جواہر پارون سے مالا مال کر چکے ہین کیا اسکے وجود کی بھی خبر کیمبرج و آکسفرڈ کے ایوانہائے علم تک پہنچی ہے؟ پروفیسر براؤن کو فارسی زبان و ادب سے جو شغف ہے وہ خود مسلمان علمار کے لئے باعثِ رشک ہے، فارسی سے متعلق جو کچھ بھی لکھا جاتا ہے، اسکے حرف حرف پر اُنکی نظر رہتی ہے، لیکن بر این ہمہ کاوش و تحقیق، شغف و انہماک، حال یہ ہے کہ ہندوستان کا ایک محقق فارسی شاعری کی مفصل و مبسوط تاریخ شایع کرتا ہے، (شعر العجم) اور سالہا سال تک براؤن صاحب کو اس کتاب کے وجود کی خبر نہین ہوتی ہے، اور آٹھہ دس سال کے بعد بھی انکی رسائی منجملہ پانچ جلدون کے کتاب کی صرف ابتدائی دو جلدون تک ہوتی ہے! یہ کیون؟ محض اسلئے کہ کتاب اُردو مین تھی، مستشرقین کی جماعت قدیم اسلامی لٹریچر کی جو کچھ خدمت کر رہی ہے، اسکا اعتراف بارہا ان صفحات مین ہو چکا ہے، لیکن ماضی کی یاد مین حال سے بالکل بیخبر رہنا کونسی دانشمندی ہے؟

ڈین انگ، جنکے ایک فلسفیانہ مضمون کی تلخیص اسی نمبر مین ملیگی، ایک جید مذہبی

عالم ہونے کے ساتھ ہی مستند فلسفی بھی شمار کیے جاتے ہین، چنانچہ حال ہی مین ارسٹاٹیلین سوسائٹی
(جمعیت ارسطاطالیسی) نے جو انگلستان کی سب سے بڑی فلسفیانہ انجمن ہے، اُنکو اپنا صدر
مجلس منتخب کیا ہے، ریورنڈ موصوف نے کرسیٔ صدارت پر بیٹھتے ہی حاضرین کے سامنے
ایک خاص استدلال پیش کیا جسکے قضایا کا خلاصہ ہم ناظرین معارف کے تفنن کے لئے
بیان درج کرتے ہین،

(۱) سینما ٹوگراف (متحرک تصویر) کے پردہ پر جب کسی مرتب و مسلسل واقعہ کی تصویر
اُتاری جاتی ہے تو اسکی ترتیب اصل واقعہ کے بالکل برعکس ہوتی ہے، مثلاً اگر یہ دکھانا منظور
ہوتا ہے کہ ایک شخص حوض مین غوطہ لگانا چاہتا ہے تو اس منظر کی ترتیب یون دکھائی دیتی ہے
کہ پہلے ایک ساکن حوض نظر آتا ہے، پھر اسمین تلاطم پیدا ہوتا ہے، پھر اسکے اندر سے دو پیر
نکلتے ہین، رفتہ رفتہ ایک بلندی مودار ہوتی ہے، یہانتک کہ بالآخر ایک مکمل انسانی
شکل پیدا ہوتی ہے، جسکے ہاتھ اُوپر کو اُٹھے ہوئے ہین اور جو حوض مین جست کرنیکو تیار ہے۔

(۲) یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ایک ہی واقعہ جو ایک شخص کے لئے داخل ماضی ہے
دوسرے کے لئے مستقبل کا حکم رکھتا ہے، شہر کے گھنٹہ گھر مین جب گھنٹہ بجتا ہے تو جو لوگ
ہمسایہ مین وہ فوراً سن لیتے ہین، اور جو لوگ دور کے محلون مین رہتے ہین ان تک اسکی
آواز چند سکنڈ کے بعد پہنچتی ہے، اور اس درمیانی وقفہ مین وہی آواز بعض افراد کے لئے
حکم ماضی مین داخل رہی، اور بعض کے لئے مستقبل ہین،

(۳) لیکن ادراک ہمیشہ ادراک ماضی ہوتا ہے، ادراک کے معنی ہی یہ ہین کہ کسی شے کا
جو واقع ہو چکی ہے، شعور ہم کو ہو،

(۴) اس سے معلوم یہ ہوا کہ ہماری اصطلاح مین ماضی و مستقبل دونون محض اضافی مفہوم

رکھتے ہین، یعنی جس ترتیب سے واقعات ہمارے شعور مین آتے رہتے ہین، ان پر ماضی
و مستقبل کا اطلاق اسی کے لحاظ سے کیا جاتا ہے، سنہ ۱۹۱۰ء ہمارے لئے اس واسطے ماضی ہے
کہ اسکے واقعات ہمارے شعور مین آچکے ہین، اور سنہ ۱۹۳۰ء اسلئے مستقبل ہے کہ اسکے واقعات
ہمارے شعور مین نہین آئے ہین،

(۵) اس صورت مین بالکل ممکن ہے کہ جن ہستیون کا شعور ہمارے شعور سے مختلف ہے
انکے لئے ماضی و مستقبل ہی بالکل جداگانہ مفہوم رکھتے ہون اور جو ہستی شعور مطلق یا ہمہ دانی
سے متصف ہوگی، اسکے لئے ان الفاظ کے کوئی معنی ہی نہونگے،

ان قضایا کے پیش کرنے کے بعد فاضل موصوف بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے ہین کہ ماضی و
مستقبل، مقدم و موخر، علت و معلول کوئی مستقل وجود نہین رکھتے بلکہ اس ہستی مطلق کے جو
قید زمان سے آزاد ہے، محض مظاہر و شئون ہین،

سنا ۱۷ ماہ حال کو علی گڈھ مین اُس "مسلم" یونیورسٹی کا افتتاح ہوگیا، جو سر سید مرحوم کے
"رؤیاے یوسفی" کی تعبیر خیال کیجاتی ہے، اگر یہ عید شام کو نہ ہوئی ہوتی تو وائس چانسلر کا نعرۂ مسرت
سٹریچی ہال مین گونج کر نہ رہجاتا، بلکہ اسکی آواز بازگشت سارے ہندوستان مین سنائی
دیتی۔ اور ہم بھی بغداد و قرطبہ کی کھوئی ہوئی دولت کا اسکو نشان بازیافت سمجھکر خوش ہوتے
لیکن ابتو اگر ہم اسکو آب حیات بھی سمجھنا چاہین، تو بھی مسلمانون کی مرگ آرزو غیرت قلم پکڑ لیتی ہے
اور عرفی کی زبان سے کہتی ہے کہ

منت بازیچۂ عیسیٰ کش بہر حیات
از رشِ مردان بپرس "از نفس مرگ آرائے من"

مقالات

خلافت اور ہندوستان

آج کل مسئلہ خلافت نے ہندوستان مین جو اضطراب اور ہیجان پیدا کر رکھا ہی، کوتاہ بین سمجھتے ہین کہ یہ صرف موجودہ زمانہ کی آزادی طلبی اور جنبشِ سیاسی کی ایک لہر ہے، اس مضمون مین یہ دکھانا ہی کہ خلافت اسلامیہ سے ہندوستان کا تعلق کس قدر پرانا اور گہرا ہے، اور ہمیشہ سے اسکو آستانۂ خلافت سے کسدرجہ عقیدتمندی اور ارادت رہی ہے، اور سلاطین ہند خلفاے اسلام کو کس عظمت دینی اور وقعت مذہبی کی نگاہ سے دیکھتے تھے،

عرب اور ہندوستان کا تجارتی تعلق تاریخ کی عمر سے بہی زیادہ قدیم ہے، اسلام جب عرب کی سرزمین مین رونما ہوا، تو اوسکے آس پاس کے دوسرے ملکون کی طرح ہندوستان بہی غیر متاثر نہین رہا، تحفۃ المجاہدین کی روایت کے مطابق، سواحل ہند تک اسلام کی مصالحانہ دعوت خود آنحضرت صلعم کی زندگی مین پہونچ چکی تہی ملیبار کے راجہ نے مذہب اسلام کی تحقیق کے لیے عرب مین جو وفد بہیجا تہا وہ خلافت اولی یعنے حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت مین مدینہ پہونچا تہا، اور وہان سے پرتو اسلام سے منور ہو کر ملیبار واپس آگیا تہا، یہ روایت اگر صحیح ہو تو ہندوستان و خلافت کے باہمی تعلق کا یہ پہلا دن تہا،

سندھ کا علاقہ ایران کے زیر اثر ہونے کے باعث، ایران کے فتح ہونے کے بعد خود بخود مسلمانون کے زیر اثر ہوگیا، اسکے سواحل مسلمان تاجرون اور مسافرون کے رہگذر

اور سیستان و بلوچستان کے علاقے مسلمان فوجون کے معسکر تھے، بہرحال حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے ہندوستان اور خلافت اسلامیہ کے درمیان ایک ایسا مضبوط رشتہ قائم ہوگیا جو آج تک بدستور باقی ہی، خلافت راشدہ کے بعد، بنو امیہ جب خلافت اسلامیہ کے مالک بنے تو مسلمانانِ سندھ نے بہی دوسرے ملک کے مسلمانون کی طرح اونکو خلیفہ تسلیم کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی جب مسند آراے خلافت ہوے تو اونہون نے یہان کے روسا کے نام دعوت اسلام کے خطوط لکھے، چنانچہ اونکی ذاتی نیکی، زہد و اتقا، اور عدل و انصاف کو دیکھکر بہت سے راجہ مسلمان ہوگئے، اور عربون کے جیسے اپنے نام اونہون نے رکھنے شروع کیے، آغاز خلافت راشدہ سے لیکر خلفاے بنی امیہ کے آخیر عہد تک دربار خلافت کی طرف سے جو لوگ وقتاً فوقتاً نائب ہو کر یہان آتے رہے، اونکے نام حسب ذیل ہین؛

شمار	نائبین خلافت کے نام	خلفاء کے نام	سنین
۱	حکیم بن جبلۃ العدوی	حضرت عثمانؓ	
۲	حارث بن مرۃ عبدی	حضرت علیؓ	۳۹ھ
۳	مہلب بن ابی صفرۃ	امیر معاویہ	۴۴ھ
۴	عبداللہ بن سوار العبدی	"	
۵	راشد بن عمرو الجدیدی الازدی	"	
۶	سنان بن سلمۃ الہذلی	"	
۷	زیاد المنذر بن جارود العبدی		
۸	عبیداللہ بن زیاد الباہلی		
۹	سعید بن اسلم الکلابی		

۱۰ مجاعہ بن سعر التیمی

۱۱ محمد بن ہارون النمری

۱۲ عبید اللہ بن نبہان

۱۳ محمد بن القاسم الثقفی

۱۴ یزید بن ابی کبشۃ السکسکی — سلیمان بن عبد الملک

۱۵ حبیب بن مہلب — "

۱۶ عمرو بن مسلم الباہلی — حضرت عمر بن عبد العزیز

۱۷ جنید بن عبد الرحمان المری — ہشام بن عبد الملک

۱۸ تمیم بن زید العتبی

۱۹ حکم بن عوانہ کلبی

۲۰ منصور کلبی

اسکے بعد بنو عباس کا دور شروع ہوا، بنی امیہ کے اخیر عہد مین تمیم کی نیابت نہایت کمزور اور ضعیف رہی، اور مسلمانون کو سخت تکلیفین پہونچین محفوظہ نام ایک شہر بسا کر اوسمین محصور رہے لیکن بنو عباس کے تخت نشین ہونے کے ساتھ از سر نو مسلمانون مین نئی قوت پیدا ہوئی، خلیفہ منصور نے مغلس عبدی کو یہان اپنا نائب بنا کر بھیجا، اور اوسکے نام سے سندھ مین منصورہ شہر آباد ہوا، اسکے بعد اوسکے دوسرے نائب موسی بن کعب تیمی نے نئے سر و سامان سے خلافت عباسیہ کی قوت کو یہان نمایان کیا، منصورہ کی مرمت کرائی، یہان کی جامع مسجد کو وسیع کیا، خلیفہ مامون کے عہد مین بشر بن داود یہان کا نائب مقرر ہو کر آیا، لیکن وہ یہان آکر باغی ہو گیا اوسکی سرکوبی کے لیے غسان بن عباد دوسرا نائب بھیجا گیا، غسان کے بعد آل برمک مین سے

موسی بن یحیی یہان نائب ہو کر آیا، یہان اوسنے شہر بیضا آباد کیا، خلیفہ معتصم آخری طاقتور عباسی خلیفہ ہے، اسکے عہد مین موسی برمکی کا بیٹا عمران نائب مقرر ہوا، اسکے بعد خلفاے عباسیہ کے سیاسی ضعف نے ہندوستان کو سیاستہً مرکز خلافت سے الگ کر دیا، تاہم مذہبًا وہ ہمیشہ خلفاے عباسیہ کا مطیع و فرمانبردار رہا، اور اونہین کے نام کے خطبے یہان پڑھے جاتے تھے،

خلفاے عباسیہ کے عہد مین جو لوگ وقتاً فوقتاً، خلیفہ عہد کے نائب ہو کر آئے اونکے نام بہ ترتیب یہ ہین،

شمار	نائبین خلافت کے نام	خلفاے کے نام
۲۱	مغلس عبدی	خلیفہ منصور
۲۲	موسی بن کعب تیمی	"
۲۳	ہشام بن عمر تغلبی	"
۲۴	عمرو بن حفص	
۲۵	داود بن یزید بن حاتم	
۲۶	بشر بن داود	خلیفہ مامون
۲۷	غسان بن عباد	"
۲۸	موسی بن یحیی برمکی	"
۲۹	عمران بن موسی برمکی	خلیفہ معتصم

خلیفہ معتصم کے بعد سیاسی حیثیت سے سندھ کی حیثیت ایک خود مختار ریاست کی ہوگئی ملک کا بڑا علاقہ مسلمانون کے ہاتھ سے نکلگیا، تاہم وہ اوس ملک کو چھوڑنے پر مجبور نہین ہوے سندھیون نے مسلمانون کی مسجدون کو ہاتھ نہین لگایا اور اونکی مذہبی آزادی کو برقرار رکھا،

اور مذہبًا وہ ہمیشہ خلفاے بغداد کے ماتحت رہی، چنانچہ وہ جمعہ کے خطبہ مین خلیفہء وقت کا نام لیتے تھے، مورخ بلاذری جنے سنہ ۲۷۹ھ مین وفات پائی ہے فتوح البلدان مین شہادت دیتا ہے،

ثم ان الھند غلبوا علی السند ان فترکوا مسجد ھا للمسلمین یجمعون فیہ و یدعون للخلیفۃ، (فتوح السند)

پھر اہل ہند، سندآن پر غالب اگئے، لیکن وہان کی مسجد کو مسلمانون کیلیے چھوڑ دیا جسمین وہ جمعہ کی نماز پڑھتے ہین اور خلیفہ کے لیے دعا کرتے ہین،

اسکے بعد سندھ کی تاریخ پر ایک سیاہ پردہ پڑ جاتا ہے، صرف مسلمان سیاحون کے متفرق بیانات سے اس پردہ مین کبھی کبھی کوئی روزن پڑ جاتا ہے، جس سے اندر کا حال ایک آدھ ہمکو معلوم ہوسکا ہے۔ اس سے بہرحال یہ بات پایۂ وثوق کو پہونچتی ہے کہ مسلمانونکی جو کچھ آبادی یہان رہ گئی تھی وہ برابر کسی نہ کسی خلافت کے دامن سے اپنے کو وابستہ سمجھتی رہی، بعد کو مسلمانون مین یہان دو فرقے ہو گئے تھے، ایک اہل سنت اور دوسرے باطنیہ شیعہ، اہل سنت کا مرکز بدستور خلافت عباسیہ تہی، لیکن باطنی شیعہ مصر کے فاطمی سلاطین کو اپنا خلیفہ جانتے تھے، البشاری مقدسی جو چوتھی صدی مین ہندوستان آیا تہا منصورہ پایہ تخت سندھ کے حال مین لکھتا ہی،

واما المنصورۃ فعلیھا سلطان من قریش، یخطبون للعباسی، (صفحہ ۴۸۵، مطبوعہ یورپ)

منصورہ مین ایک مستقل بادشاہ ہے جو نسلًا قریشی ہے، یہان کے مسلمان خلیفہ عباسی کا خطبہ پڑھتے ہین،

ملتان کے تذکرہ مین کہتا ہے،

واما بالملتان فیخطبون للفاطمی ولا یحلون ولا یعقدون الا بامرہ وابدًا رسلھم

لیکن ملتان مین خلیفہء فاطمی کے نام کا خطبہ پڑھتے ہین اور اوسی کے احکام کی تعمیل کرتے ہین، یہان کے مسلمانو نکے

وھدایاھم تذھب الی مصر،

ایلچی اور تحائف ہمیشہ مصر جاتے رہتے ہین،

جو مسلمان افغانستان کی راہ سے ہندوستان آئے، اونمین سب سے پہلا نام سلطان محمود غزنوی کا ہے، سلطان کی سیاسی طاقت اور فوجی قوت کا یہ حال تہا کہ وسط ایشیا مین اوس سے کوئی بڑی طاقت اور قوت موجود نہ تھی، بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ یہ اپنے زمانہ مین سب سے بڑا طاقتور مسلمان حکمران تھا، اور فوجی و سیاسی حیثیت سے خلافت عباسیہ درحقیقت بزرگونکی مقدس ہڈیون کا ایک ڈھانچ رہ گئی تھی، لیکن تمکو معلوم ہو کہ یہ دنیا کا طاقتور انسان اس ڈھانچ سے کتنا ڈرتا تھا، اور اپنی پوری جنگی قوت و طاقت کے باوجود وہ خلیفہ عصر القادر باللہ کی اطاعت کو اپنے لیے کتنا ضروری سمجھتا تھا، ہر نئی کامیابی کا اطلاعنامہ دیوانِ خلافت مین معمولًا بھیجتا تھا کسی نئے ملک پر قبضہ و تصرف کرنے کے لیے اوسی دربار سے باقاعدہ اجازت چاہتا تھا، دربار خلافت سے فتوحات کے موقع پر اوسکے لیے جو خلعت آتے تھے اوسکی خوشی کسی نئے ملک کی فتح سے کم اوسکو نہین ہوتی تھی، اوسکو دنیا کی بڑی سے بڑی عزت، بڑی سے بڑی عظمت اور بڑا سے بڑا فخر حاصل تھا، تاہم اوسکی سب سے بڑی عزت، سب سے بڑی عظمت اور سب سے بڑا فخر یہ تہا کہ ایوان خلافت سے اوسکو یمین الدولہ کا خطاب عطا ہو، سلطان نے گو ایران و ترکستان کے تمام ممالک اپنے زور بازو سے حاصل کیے تھے، لیکن وہ اوس وقت تک ان ممالک کا جائز بادشاہ نہو سکا جب تک سنہ ۴۱۵ھ مین خلیفہ نے اسکے لیے فرمان جاری نہ کیا، چنانچہ طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ وغیرہ کی عبارت ہے،

خلیفہ القادر باللہ عباسی القاب نامہ لسلطان محمود نوشتہ لواے خراسان و ہندوستان و نیمروز و خوارزم فرستاد،

خود سلطان کا لقب جو محمود سے پہلے کسی دوسرے بادشاہ نے اختیار نہین کیا تھا، اور سب سے پہلے

محمود ہی کے لیے یہ بادشاہی کے استعمال مین آیا، یہ بھی خلیفہ ہی کی جانب سے اوسکو عطا ہوا تھا۔ ہندوستان کے باطنی اسماعیلیون کے استیصال پر اوسکو خلیفہ نے کہف الدولۃ والاسلام (سلطنت اور اسلام کی جاے پناہ) کا خطاب دیا،

۴۱۰ھ مین ہندوستان کی عظیم الشان فتح پر دربار خلافت مین اوسنے جو عریضہ بھیجا، اوسکی کیفیت سنو:

"سلطان در ۴۱۰ھ فتح نامہ کہ مشتمل بود بر جمیع فتوحات کہ او در ممالک ہندوستان روی نمودہ بود بہ بغداد فرستاد، خلیفۃ القادر باللہ عباسی آن روز مجلسے عظیم ساختہ فرمود تا آن فتح نامہ را بر رؤس منابر پیش خلائق بآواز بلند بخوانند و مردم بواسطہ اعلاے معالم اسلام شکرہا کردہ و زبان بستایش سلطان محمود کشادہ نصرت و ظفر او از حق سبحانہ وتعالی مسئلت نمودند . آن روز در بغداد آنچنان سرور و خوشحالی انتشار یافت کہ گوی یکے از عید ہاے مقررۂ اسلام است (فرشتہ)

سلطان پر سب سے بڑی عنایت خلیفہ کی یہ تھی کہ اوسنے لکھا کہ "تم جسکو اپنا ولی عہد بناؤ مین بھی اوسکو قبول کرونگا"، اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ سلاطین کی جانشینی کا مسئلہ بھی خلفا کے ہاتھ مین تھا،

سلطان محمود کے دو بیٹے تھے، امیر مسعود اور امیر محمد، سلطان امیر محمد کو چاہتا تھا تا بحدیکہ از خلیفہ عباسی التماس نمود کہ اسم امیر محمد را بر سلطان مسعود مقدم نویسد،

لیکن ایسا نہو سکا، سلطان محمود کے بعد امیر مسعود بادشاہ ہوا، اور امیر محمد نے بھائی سے شکست کھائی، امیر مسعود کو دربار خلافت سے جلال الدولہ جمال الملۃ کا خطاب پہلے ہی عطا ہو چکا تھا،

افسوس ہے کہ ہمارے ہندوستانی مورخین نے اس قسم کے واقعات بہت کم قلمبند کیے ہین، اور خود عرب مورخین نے یہ واقعات شاذ و نادر ہی لکھے ہین، ۵۷۵ھ مین الناصر لدین اللہ خلیفہ تھا، (یہ زمانہ ہندوستان مین غوریون کی حکومت کا تھا) اسنے خبر رسانی اور جاسوسی کے

محکمہ کو اسقدر وسعت دی تھی کہ دنیاے اسلام کا کوئی گوشہ اسکے خبر رسانون اور جاسوسون سے خالی نہ تھا، مورخین نے اسکے عجیب و غریب حالات لکھے ہین، منجملہ اسکے ایک ہندوستانی تاجر کا قصہ سننے کے لائق ہے، ہندوستان مین ایک تاجر کے پاس ایک طوطا تھا جسکو قُل هُوَ اللّٰهُ اَحَد سکھایا گیا تھا، تاجر نے یہ نادر تحفہ دربار خلافت کے لیے مناسب سمجھا، چنانچہ وہ یہ تحفہ لیکر بغداد روانہ ہوا، اتفاق سے جب وہ بغداد پہنچا تو طوطا مر گیا سخت حیران ہوا کہ اب کیا کیا جاے، اسی اثنا مین ایک شخص فراش کے بھیس مین اوسکے پاس پہنچا، اور طوطے کو طلب کیا، تاجر رونے لگا اور واقعہ بیان کیا، فراش نے کہا کہ ہمکو یہ معلوم ہو چکا تھا تم وہ مرا ہی طوطا دیدو، لیکن یہ بتاؤ کہ اس تحفہ کے انعام مین تم خلیفہ سے کتنی رقم کی امید رکھتے تھے، اوسنے کہا مجھے ۵۰۰ اشرفیون کی توقع تھی، فراش نے کہا، یہ ۵۰۰ اشرفیون کا توڑا لو، یہ خود خلیفہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے جب تم ہندوستان سے اس ارادہ سے نکلے تھے تب ہی خلیفہ کو اسکی اطلاع مل چکی تھی[1]،

علامۂ سیوطی خلیفہ الناصر کے حال مین لکھتے ہین،

كان الناصر قد ملأ القلوب هيبة	ناصر نے لوگون کے دلونکو اپنے خوف و دبدبہ و ہیبت سے
وخيفة فكان يرهبه اهل الهند و	مرعوب کر دیا تھا اوس سے ہندوستان اور مصر کے
مصر كما كان يرهبه اهل بغداد فاحيى	لوگ ویسے ہی ڈرتے تھے جیسے بغداد والے، اوسنے
هيبة الخلافة وكانت قد ماتت بموت	خلافت کی اوس ہیبت و جلال کو زندہ کیا جو معتصم
المعتصم،	کے مرنے سے مر گیا تھا،

سلطان شہاب الدین غوری بڑے جاہ و جبروت کا بادشاہ تھا لیکن اوسکے تاج فخر کا طرہ یہ ہے کہ وہ قسیم امیر المومنین (امیر المومنین کا حصہ دار) اور ناصر امیر المومنین (امیر المومنین کا

[1] تاریخ الخلفا سیوطی،

مددگار) تھا (طبقات ناصری صفحہ ۱۱۴ و ۱۲۰) قطب مینار دہلی اور مسجد قطبی کے دروازہ پر سلطان
کے نام کے جو کتبے ہین اون مین بھی سلطان کے یہ القاب پتھرون پر منقوش ہین،

ہندوستان کے خود مختار سلاطین مین سلطان شمس الدین التمش کا نام آتا ہے، جس نے
باقاعدہ ہندوستان کی مملکت کو ایک مستقل سلطنت کے قالب مین ڈھالدیا، وہ ۶۰۷ھ مین
تخت نشین ہوا تھا، ۶۲۶ھ مین خلیفہ نے اوسکو خلعت بھیجا، اسکے یہ معنے تھے کہ ایوان خلافت
نے ہندوستان کے استقلال اور خود مختاری کو تسلیم کرلیا، سلطان نہایت ادب واحترام
کے شرائط بجالایا اور اوس کو اس خلعت سے اسقدر خوشی ہوئی کہ اسکے لیے تمام دار السلطنۃ
مین جشن منایا گیا، سلطان نے افسرون کو انعام اور خلعت تقسیم کیے صاحب طبقات اکبری
کا بیان ہے، (صفحہ ۶۰)

در ۶۲۶ھ رسولان عرب، جامۂ خلافت، جہت سلطان شمس الدین آوردند، سلطان آنچہ
شرط اطاعت وادب بود، بجا آوردہ، جامۂ دار الخلافت پوشیدہ واز پوشیدن آن خلعت
فرحت وبہجت بے نہایت در احوال سلطان محسوس میشد، سلطان اکثر امرا را خلعتہا داد ودر شہر
قبہا بستند وکوس شادیانہ بستند،

خلیفہ کا نام ہندوستان کے مورخون نے نہین لکھا ہے، مگر یہ زمانہ الناصر لدین اللہ کا تھا،
شمس الدین التمش کا لقب بھی ناصر امیر المومنین (امیر المومنین کا مددگار) تھا، اور
اور یہی لقب اوسکے سکون پر منقوش پایا جاتا ہے، اسی زمانہ مین الناصر لدین اللہ نے وفات
پائی اور مستنصر باللہ نے مسند خلافت کو زینت بخشی، سلطان شمس الدین التمش، سلطانہ رضیہ
اور سلطان ناصر الدین محمود، سلطان علاء الدین محمد کے سکون پر خلیفہ مستنصر باللہ کا نام
سلطان کے پہلو بہ پہلو کندہ ہے، بلکہ ان سلاطین کے بعض ایسے سکے بھی ہین جن پر صرف خلیفہ

کا نام منقوش ہے، رضیہ کے سکہ پر رضیہ کے بجاے یہ الفاظ کندہ ہین، المستنصر امیر المومنین
مستنصر باللہ کے بعد آخری خلیفہ بغداد مستعصم باللہ جلوہ آراے خلافت ہوا، سلطان علاؤ الدین
ابو المظفر مسعود، سلطان ناصر الدین ابو المظفر محمود، سلطان غیاث الدین بلبن، سلطان معز الدین
کیقباد، سلطان جلال الدین فیروز شاہ، سلطان رکن الدین کیکاؤس کے سکون پر خلیفہ مستعصم
باللہ کا نام کھدا ہوا ملتا ہے،

خلافت اور ہندوستان کا تعلق سب سے زیادہ محمد شاہ تغلق کے زمانۂ حکومت مین نمایان
نظر آتا ہے، سلطان جسطرح اپنے اور تمام کارنامون مین بے مثال اور عدیم النظیر معلوم ہوتا ہے
اسی طرح اس مسئلۂ خلافت مین بھی اوسکا اعتقاد اور طرز عمل تمام سلاطین اسلام مین بیمثال
ہے، سب جانتے ہین کہ مستعصم باللہ کے عہد مین تاتاریون کے ہاتھون بغداد کی خلافت عباسیہ
کا پیراہن تار تار ہوگیا تھا، اوسکے بعد مصر مین دوبارہ خلافت عباسیہ نے از سر نو ایک دوسری
زندگی حاصل کی، چونکہ پہلے زمانہ مین آمدورفت کے طریقے اس قدر آسان نہ تھے اسلیے ایک
ملک مین دوسرے ملک کی خبرین سالہا سال کے بعد پہونچتی تھین، اسلیے خلافت بغداد کی
تباہی کے بعد ہندوستان مین کئی سال تک یہ معلوم نہو سکا کہ مسلمانان عالم نے خلافت کا
دوبارہ کیا نظام قائم کیا ہے، چنانچہ تاجرون اور مسافرون کی زبانی اس کی تفتیش ہوتی رہتی
تھی، اس موقع پر ہم خود کچھ نہین کہنا چاہتے، بلکہ خود ایک مورخ کے بیان کو لفظ بلفظ نقل
کردیتے ہین، فیروز شاہی کا مصنف ضیاء برنی لکھتا ہے،

در خاطر افتاد کہ سلطنت و امارت سلاطین بے امر	سلطان کے دل مین آیا کہ خلیفۂ عباسی کی اجازت کے
دادن خلیفہ کہ از آل عباس بود، درست نیست وہر	بغیر سلطنت وحکومت جائز نہین، جن بادشاہون نے
بادشاہی کہ بے منشور خلفاے عباسی بادشاہی	خلفاے عباسی کے فرمان کے بغیر حکومت کی ہے

کردہ است ویا بادشاہی کند متغلب بودہ است ومتغلب بود، واز خلفاے عباسی سلطان بسیار تتبع میکرد تا از بسیار مسافران شنید کہ خلیفہ از آل عباس در مصر بر خلافت متمکن است، سلطان محمد با اعوان وانصار دولت خود بآن خلیفہ کہ در مصر است بیعت کردہ ودر سر کردہ داری عرضداشت بجانب خلیفہ سوار میکرد واز ہر بابت چیز ہا دران می نوشت وچون در شہر آمد نماز جمعہ ونماز اعیاد را در توقف داشت واز سکہ نام خود در کنانید وفرمود تا در سکہ نام ولقب خلیفہ نویسند ودر اعتقاد وخلافت آل عباس مبالغہا کرد کہ در تحریر وتقریر نتوان گنجانید، ص ۴۹۲

یا جو بادشاہ کرین وہ غاصب تھی اور غاصب ہونگے سلطان خلیفۂ عباسی کے حالات دریافت کرتا رہتا تھا، یہان تک کہ بہت سے مسافرون سے اوسنے سنا کہ خلیفۂ عباسی مصر مین متمکن ہے، سلطان نے یہ سنکر خود مع تمام ارکان دولت کے خلیفۂ مصر کی بیعت کی اور ایک وفد کے ساتھ خلیفہ کی خدمت مین عرضداشت بھیجا کرتا تھا اور اوسمین تمام باتین لکھا کرتا تھا، جب دار السلطنۃ مین پہنچا تو جمعہ اور عیدین کی نماز (خلیفہ کے جواب آنے تک) بند کرا دی، اور سکہ سے اپنا نام مٹا کر خلیفہ کا نام اور لقب کندہ کرایا سلطان کو خلفاے عباسیہ کی خلافت کے ساتھ اسقدر عقیدت تھی کہ تقریر وتحریر مین وہ نہین سا سکتی،

۷۴۴ھ مین حاجی سعید صرصری کی سرکردگی مین مصر کے دربار خلافت سے سلطان کے لیے خلعت اور لواے سلطنت اور فرمان آیا، سلطان نے تمام ارکانِ دولت، علما، سادات اور مشائخ کے ساتھ شہر سے باہر نکلکر استقبال کیا، سواری سے اترکر فرمان وخلعت کو سر پر رکھا قاصد خلافت کے پاؤن کو بوسہ دیا تمام شہر مین جشن منایا گیا، جمعہ وعیدین کی نمازین شروع ہوئین اسکے بعد سلطان اور خلیفہ کے مابین یہ نامہ وپیام اور تحفہ تحائف برابر جاری رہے، ابن بطوطہ مغربی جو اسی زمانہ مین ہندوستان آیا تھا، وہ بھی شہادت دیتا ہے کہ سلطان کو خلیفۂ وقت کے ساتھ حد درجہ عقیدت تھی، اور بہت سے واقعات وروفد خلافت کے حالات لکھے ہین، اس سے چند باتین ثابت ہوتی ہین

۱- ادنی مسلمانون کو چھوڑ کر سلاطین تک خلافت کے باب مین کیا اعتقاد رکھتے تھے،

۲- ہر مسلمان بادشاہ جو اطراف عالم مین کہین حکمران ہو اوسکے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کا مطیع وفرمانبردار ہو، بلکہ اصلی حکومت درحقیقت خلیفۂ عصر کی ہوتی ہے، اور دیگر سلاطینِ زمانہ اوسکے نائب اور قائم مقام کی حیثیت رکھتے ہین،

۳- جب تک خلافت وبیعت امام نہو، جمعہ وعیدین تک روا نہین،

اس سے یہ معلوم ہو گا کہ آجکل علما نے جو فتوے دیے ہین وہ محض سیاسی نہین بلکہ اونکی مذہبی حیثیت ہے اور یہ خود سرد مجنون وگستاخ مسلمان آج سے پہلے ہی ہندوستان کی سرزمین مین موجود تھے،

بہرحال محمد تغلق کی وفات کے بعد فیروز شاہ تخت نشین ہوا، اسوقت دکن مین بہمنی سلاطین عروج حاصل کر رہے تھے، اور دلی ودکن مین رقابت پیدا ہو گئی تھی، خلیفہ نے سلطان کو فرمان سلطنت ہندوستان اور خلعت بھیجا، اور لکھا کہ سلاطین بہمنیہ کے ساتھ رفق ومدارات کا برتاؤ کرو، فرشتہ کی عبارت ہہ؛

"در ماہِ ذیحجہ سنہ مذکور (۷۶۰ھ) خلعت ومنشور خلیفۂ عباسی مصر الحاکم بامر اللہ ابو الفتح بن ابی ربیع سلیمان[1] متضمن تفویض ممالک ہندوستان وسفارش بادشاہان بہمنیۂ دکن آمد،

علامہ سیوطی تاریخ الخلفا مین لکھتے ہین کہ خلیفہ المستعین باللہ عباسی کے عہد خلافت مین ۸۱۴ھ مین غیاث الدین اعظم شاہ بن سکندر شاہ بادشاہ ہندوستان نے خلیفہ کے پاس قاصد بھیجا اور

[1] فرشتہ نے حاکم بامر اللہ ابو الفتح بن ابی ربیع سلیمان نام غلط درغلط لکھا ہے، ۷۶۰ھ مین معتضد باللہ ابو الفتح ابو بکر بن ابی الربیع سلیمان خلیفہ تھا، حاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن ابی الربیع سلیمان تھا، ۷۵۳ھ مین وفات پائی،

فرمان حکومت کی درخواست کی، اس نام کا بادشاہ نہ دلّی مین نظر آتا ہے اور نہ دکن و بنگالہ[1] مین یہ وہ زمانہ ہے جب تیمور کے حملون سے ہندوستان چور چور تھا اور ملک مین کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہین تھی، ممکن ہے کسی امیر نے اس موقع سے خلیفہ کا فرمان حاصل کرکے فائدہ اٹھانا چاہا ہو،

چند صفحے پہلے ہندوستان کے قدیم مورخین کی کوتاہ قلمی کی شکایت قلم سے نکل چکی ہے کہ وہ تاریخون مین اپنے اپنے عہد کے اس قسم کے واقعات کو عام اور معمولی سمجھ کر قلم انداز کرتے آئے ہین، اونھین یہ گمان نہ تھا کہ مسلمانون پر ایک زمانہ آئیگا جب یہی عام اور معمولی واقعات محتاج ثبوت و تصدیق ہوجائینگے، لیکن ایک عیسائی مورخ اڈورڈ طامس (EDWARD THOMAS) کی کوششین ہم مسلمانون کے شکریہ کی مستحق ہین جنھون نے بہت حد تک ہمارے بزرگون کے ادھورے کارنامون کو پورا کردیا ہے، اڈورڈ طامس آج سے پچاس برس پہلے انگلستان کے ایک مشہور مستشرق تھے، اونھون نے ۱۸۷۱ء مین سلاطین ہند کی تاریخ اونکے عہد کے سکون کے نقوش و کتبات سے مرتب کی ہے، ہر سلطان و بادشاہ کے سکّے فراہم کیے ہین، اونکے کتبے پڑھے ہین اور اونپر پوری بحث کی ہے ہم نے اس کتاب کے ایک ایک کتبہ کو پڑھا اور اوسکو عہد بعہد کی ترتیب سے یکجا فراہم کیا، ان کتبون کو پڑھکر کس درجہ حیرت ہوئی ہے کہ جو باتین تاریخ کے کرم خوردہ اوراق مین بہت کم پائی جاتی ہین، وہ سونے چاندی کے پترون مین کس بہتات کے ساتھ موجود ہین،

(۱) ان مین سے ہر سکہ پر اور ہر کتبہ پر ہندوستان کے سلطان وقت کے نام کے ساتھ اوس خلیفۂ زمان کا نام بھی ثبت ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سلطان محمد تغلق کی طرح ہندوستان کے تمام سلاطین یہ اعتقادِ عملی رکھتے تھے کہ وہ بجائے خود مستقل بادشاہ نہین ہین بلکہ

[1] بنگالہ مین سلطان غیاث الدین بن سکندر شاہ ایک بادشاہ گذرا ہے مگر اوسکا زمانۂ وفات ۷۷۵ھ ہے،

اونکی حیثیت اپنی مملکت مین خلیفہ کے ایک نائب اور قائم مقام کی ہے، چنانچہ خود سکون مین آپ اسکی تصریح پائینگے (دیکھو نمبر ۱-۲-۳-۴-۷-۸-)

(۲) یہ دیکھکر اور حیرت ہوتی ہے کہ نہ صرف سلاطین دہلی، بلکہ اطراف ہند کے وہ بادشاہ بھی جو دہلی کی سلطنت سے ہٹ کر اپنی مستقل و خود مختار حکومتین قائم کرتے تھے وہ ہزارون کوس دور پڑے ہوے خلیفہ کی اطاعت سے باہر نہین تھے، چنانچہ سلاطین گجرات مالوہ و مشرق و بنگالہ کے سکّے آپکو اسی قسم کے ملینگے،

(۳) ایک اور لطیف تر بات یہ ہے کہ ان مین سے بہت سے سکون پر سلاطین وقت کے بجاے صرف خلفاے عصر کے نام ہین، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سلاطین کی نیت یہ تھی کہ وہ خلفا کے مقابلہ مین اپنے کو مجازی بادشاہ بھی کہلانا نہین چاہتے تھے،

(۴) عجیب یہ ہے کہ بعض سکون پر سنسکرت خط مین "سری ہمیرا" اور سری خلیفہ" اور "سری شلیفہ" منقوش ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نامسلمان رعایاے ہند تک کو یہ سمجھانا منظور تھا کہ ملک کا اصل حکمران خلیفہ ہے، انگریز محقق کہتے ہین کہ "ہمیرا" امیر المومنین کی اور "شلیفہ" خلیفہ کی خرابی ہے،

(۵) ان سکون مین ایک اور بات آپ پائینگے جب کسی خلیفہ کا متعین نام و لقب نہین معلوم ہوا ہے تو صرف مطلق خلیفہ یا امیر المومنین کا لفظ لکھدیا ہے، اور اگر کوئی ایسا زمانہ پڑا ہے کہ کوئی خلافت قائم نہین ہوئی تو خلفاے اربعہ کے نام لکھدیے گئے ہین، مثلاً نمبر ۶-۴ مین کہ یہ بغداد کی تباہی کا زمانہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہرحال کسی نہ کسی قسم کی خلافت کا ذکر وہ ضروری سمجھتے تھے،

(۶) یہ سکّے معزالدین غوری سے لیکر بہ ترتیب ابراہیم شاہ سکندر لودی تک کے ہین اسکے بعد

تیموریہ سلطنت شروع ہوتی ہے، اور مصر میں خلفائے عباسیہ کا بھی خاتمہ قریب قریب ہو جاتا ہے، ان میں سے ہر سکہ "ہندوستان اور خلافت" کے دعوی کے لیے دلائل کا ایک دفتر ہے،

ذیل میں ہم بہ ترتیب ان سکون کو درج کرتے ہیں،

سلاطین ہند کے سکون کے کتبے

۱

الله   لا اله الا الله
محمد رسول الله   الناصر بالله السلطان
السلطان المعظم   الاعظم غیاث الدنیا
معز الدنیا والدین   والدین ابو الفتح
ابو المظفر محمد   محمد بن سام
بن سام   هو الذی ارسل رسوله علی الدین
غزنة فی شهور سنة اثنی وتسعین وستمائة   کله ولو کره المشرکون

۲

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق
لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون
لا اله الا الله محمد رسول الله السلطان المعظم
غیاث الدنیا والدین ابو الفتح
محمد بن سام
ضرب هذا الدرهم فی بلدة غزنة سنة ست تسعین وخمسمائة

الناصر لدین الله السلطان المعظم معز
الدنیا والدین ابو المظفر
محمد بن سام

۳

السلطان الاعظم   لا اله الا الله
معز الدنیا و   محمد رسول الله
الدین ابو المظفر   الناصر لدین الله
محمد بن سام   امیر المومنین

(ہندی میں)، سری ہمیرا۔ سری محمد سام پرتھوی

۴

قطب مینار دہلی کا کتبہ

السلطان المعظم شہنشاہ الاعظم، مالک رقاب
الامم مولی ملوک العرب والعجم سلطان
السلاطین فی العالم، غیاث الدنیا والدین

معز الاسلام والمسلمین محی العدل فی العالمین
علاء الدولة القاهرة فلك الملة الطاهرة
جلال الامة الباهرة شهاب الخلافة باسط
الاحسان والرافة فی الثقلین، ظل الله فی
الخافقین الحامی لبلاد الله الراعی لعباد الله
محرز ممالك الدنیا ومظهر كلمة الله العلیا
ابو المظفر محمد بن سام قسیم امیر المومنین
خلد الله ملكه،

۵

مسجد قطبی کے شمالی جانب کے داخلہ کے دروازہ پر تاریخ ۵۹۲ھ

بسم الله الرحمن الرحیم یدعو الی دار السلام
ویهدی من یشاء الی صراط المستقیم، فی شهور
سنة اثنتی وتسعین جرت هذه العمارة
بعالی امر السلطان المعظم معز الدنیا
والدین محمد بن سام ناصر امیر المومنین،

۶

السلطان المعظم   لا اله الا الله
معز الدنیا و   محمد رسول الله
الدین ابو المظفر   الناصر لدین الله
امیر المومنین

محمد بن سام   ضرب هذا الدینار ببلدة
غزنة فی شهور سنة ثلث وستمائة

۷

لا اله الا الله   السلطان المعز
محمد رسول الله   عبده ومولاه تاج الدین
الناصر لدین الله   یلدز السلطانی،
امیر المومنین
ضرب هذا الدرهم ببلدة
غزنة فی شهور سنة عشر وستمائة

۸

القادر   (ہندی میں)
لا اله الا الله   ابیاکتمک
محمد رسول الله   محمد اداتو نربیا
یمین الدولة   نی محمود
وامین الملة
محمود
بسم الله ضرب هذا الدرهم
بمحمودپور سنة ثمان عشرة
واربعمائة

۹

فی عہد الامام　　لا الہ الا اللہ

المستنصر امیر　　محمد رسول اللہ

المومنین

۱۰

ہندی مین

مستنفر باللہ　　سری خلیفہ

۱۱

السلطان المعظم　　لا الہ الا اللہ

شمس الدنیا والدین　　محمد رسول اللہ

ابو المظفر التمش　　المستنصر بامر اللہ

السلطان ناصر امیر المومنین　　امیر المومنین

اثنین وثلثین وستمائۃ

۱۲

السلطان المعظم　　ضرب

شمس الدنیا والدین　　نکور

ابو المظفر التمش　　محمد رسول اللہ

القطبی بزمان　　لدار الشمس ثمن وستمائہ

امیر المومنین

۱۳ قطب مینار کے دوسرے منزل کے دروازہ پر

امر باتمام ہذہ العمارۃ الملک المویدمن السماء شمس الحق والدین

التمش السلطانی ناصر امیر المومنین

۱۴ تیسرے منزل کے دروازہ پر

امر بہذہ العمارۃ فی ایام الدولۃ السلطان الاعظم شہنشاہ المعظم

مالک رقاب الامم مولی ملوک الترک والعرب والعجم شمس الدنیا

والدین معز الاسلام والمسلمین ذو الامن والامان وارث ملک

سلیمان ابو المظفر التمش ناصر امیر المومنین،

۱۵

فی عہد الامام　　السلطان الاعظم

المستنصر باللہ امیر　　ناصر الدنیا والدین

المومنین للہ　　ابو المظفر محمود شاہ بن سلطان

۱۶ رضیہ کے سکون پر

المستنصر امیر المومنین

۱۷

السلطان الاعظم　　لا الہ الا اللہ

علاء الدنیا والدین　　محمد رسول اللہ

ابو الفتح محمد　　الناصر لدین اللہ

بن السلطان

بسم اللہ ضرب　　امیر المومنین

ہذا الدینار ببلدۃ غزنۃ فی شہور ثلاث عشر وستمائہ

۱۸

الناصر　　جلال الدنیا

لدین اللہ　　والدین منکبرنی

امیر المومنین　　بن السلطان

۱۹

الناصر لدین اللہ　　العادل

امیر المومنین　　الاعظم چنگز خان

۲۰

سیف الدنیا والدین　　لا الہ الا اللہ

ابو المظفر الحسن　　محمد رسول اللہ

قرلغ　　المستنصر باللہ

ہذا الدرہم فی شہور

سنۃ ثلث وثلثین وستمائہ　　امیر المومنین

۲۱

السلطان الاعظم　　فی عہد الامام

جلالۃ الدنیا والدین　　المستنصر امیر

ملکۃ ابنۃ التمش السلطان　　المومنین

مصرۃ امیر المومنین　　ضرب ہذہ الفضۃ بلکنوتی سنہ

۲۲

السلطان الاعظم　　فی عہد الامام

معز الدنیا والدین　　المستنصر امیر

ابو المظفر بہرام شاہ　　المومنین

بن السلطان　　ضرب بحضرۃ دہلی فی سنۃ ثمان

ناصر امیر المومنین　　وثلثین وستمائہ

۲۳

السلطان الاعظم　　فی عہد الامام

علاء الدنیا والدین ابو　　المستنصر امیر

المظفر مسعود شاہ　　المومنین

بن السلطان　　ضرب دہلی

۲۴

فی عہد الامام

المستعصم امیر

المومنین

ضرب سنۃ احدی واربعین وستمائہ

۲۵

ہندی مین

سری شلیفہ　　سری سلطان سری علاودین

۲۶

السلطان الاعظم　　فی عہد الامام

ناصر الدنیا والدین　　المستعصم امیر

ابو المظفر محمود

بن السلطان　　المومنین

ضرب ہذہ الفضۃ بحضرۃ دہلی فی سنۃ اربع وخمسین وستمائہ

۲۷

السلطان الاعظم　　فی عہد الامام

ناصر الدنیا والدین　　المستعصم امیر

المظفر محمود بن السلطان　　المومنین

خمسین

۲۸

السلطان الاعظم　　الامام

غیاث الدنیا والدین　　المستعصم امیر

ابو المظفر بلبن　　المومنین

السلطان

ضرب ہذہ السکۃ بحضرۃ دہلی فی سنۃ ثمانین وستمائہ

کتبہ، جامع مسجد گڑھ مکتیسر ضلع میرٹھ [۲۹]

مبنی هذه العمارة فی عهد السلطنة (؟) السلطان الاعظم

شهنشاه المعظم غیاث الدنیا والدین ابو المظفر بلبن السلطان ۰ السلطان

ناصر امیر المومنین ... سنة اثنی وثمانین وستمایة

۳۰

السلطان الاعظم الامام

معز الدنیا والدین المستعصم امیر

ابو المظفر کیقباد المومنین

السلطان

ضرب هذه الفضة بحضرة دهلی فی سنة سبع وثمانین وستمائة

۳۱

السلطان الاعظم الامام

جلال الدنیا والدین المستعصم

ابو المظفر فیروز شاه امیر المومنین

السلطان

ضرب هذه الفضة بحضرة دهلی فی سنة احدی وتسعین وستمائة

۳۲

السلطان الاعظم الامام

رکن الدنیا والدین ابو المستعصم

المظفر کیکاؤس سلطان امیر المومنین

بن سلطان بن سلطان

ضرب هذه الفضة بحضرة لکھنوتی سنة خمس وتسعین وستمائة

۳۳

السلطان الاعظم السلطان الاعظم

رکن الدنیا والدین جلال الدنیا والدین

ابو المظفر ابراهیم شاه فیروز شاه ناصر

السلطان بن امیر المومنین

ضرب هذه الفضة بحضرة دهلی سنة خمس وتسعین وستمائة

۳۴

السلطان سکندر الثانی

علاء الدنیا والدین یمین الخلافة ناصر

ابو المظفر محمد شاه امیر المومنین

السلطان

ضرب هذه السکة بحضرة دهلی سنة تسع سبعمائة

۳۵

محراب قطب دہلی پر، مورخہ ۱۰ شوال ۷۱۳

حضرت علیا خدایگان سلاطین مصطفی جاه الصادع الامر الله

المخصوص بعنایت کرام الاکرمین علاء الدنیا والدین غوث الاسلام والمسلمین

معز الملوک والسلاطین القایم بتائید الرحمان ابو المظفر محمد شاه

السلطان سکندر ثانی یمین الخلافة ناصر امیر المومنین

خلد الله ملکه بناء این خیرات سنت جماعت وعمارت زمود

۳۶

السلطان بن الامام الاعظم

السلطان الواثق خلیفة رب العلمین

قطب الدنیا والدین

بالله امیر المومنین ابو المظفر مبارک شاه

ضرب هذه السکة بقلعة قطب اباد فی سنة ثمان عشر وسبعمائة

۳۷

اسکندر الزمان السلطان الاعظم

یمین الخلافة ناصر قطب الدنیا والدین

امیر المومنین ابو المظفر مبارک شاه

السلطان بن السلطان

ضرب هذه الفضة بحضرة دهلی فی سنة سبع عشر وسبعمائة

۳۸

الامام الاعظم السلطان ابن

خلیفة رب العلمین السلطان الواثق

قطب الدنیا والدین

ابو المظفر مبارک شاه بالله امیر المومنین

ضرب هذه السکة بحضرة دار الخلافة فی سنة ثمان عشر وسبعمائة

۳۹

الامام الاعظم مبارک شاه السلطان

قطب الدنیا والدین ابن السلطان الواثق

ابو المظفر خلیفة الله بالله امیر المومنین

ضرب هذه الفضة بحضرة دار الخلافة فی سنة سبع عشر وسبعمائة

۴۰

السلطان الاعظم خسرو شاه السلطان

ناصر الدنیا والدین الواثق بنصر الرحمن

ابو المظفر ولی امیر المومنین

ضرب هذه الفضة .. عشرین وسبعمائة

۴۱

السلطان الاعظم خسرو شاه

عظم ناصر الدنیا والدین

السلطان ولی امیر المومنین

۴۲

السلطان الغازی غیاث سکندر الثانی یمین الخلافة

الدنیا والدین ابو المظفر ناصر امیر المومنین

۴۳

السلطان الغازی تغلق شاه

غیاث الدنیا والدین السلطان ناصر

ابو المظفر امیر المومنین

ضرب هذه السکة بحضرة دهلی فی سنة احدی وعشرین وسبعمائة

۴۴

السلطان الغازی تغلق شاه

غیاث الدنیا والدین السلطان ناصر

ابو المظفر امیر المومنین

ضرب هذه السکة بقلعة دیوگیر فی سنة احدی وعشرین سبعمائة

۴۵

السلطان الاعظم الامام

شمس الدنیا والدین المستعصم

ابو المظفر فیروز شاه امیر المومنین

السلطان

ضرب هذه الفضة بحضرت لکھنوتی سنة عشرین سبعمائة

۴۶

الامام السلطان الاعظم

المستعصم شمس الدنیا والدین

امیر المومنین ابو المظفر بغره شاه

السلطان بن السلطان

ضرب هذا ر...

۴۷

الامام السلطان الاعظم

المستعصم غیاث الدنیا والدین

امیر المومنین ابو المظفر بهادر شاه

ضرب هذه الفضة بحضرة لکھنوتی سنة احدی عشر وسبعمائة

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں خلافت عباسیہ برسر خلافت مصر

قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس عہد کے سکوں میں خلفائے اربعہ کے نام ملتے ہیں

۴۸

ابو بکر لا اله الا

عمر المجاهد فی الله محمد

سبیل الله رسول الله

محمد بن تغلق شاہ

ضرب هذا السکة بلد الاسلام فی سنة سبع عشرین سبعمائة

ایک اور اسی سکہ پر اسی کتبہ کا سنہ ۷۳۲ تک ملتا ہے جو نگار زمین ضرب ہوا تھا

۴۹

ضرب هذا الدینار فی زمان الامام المستکفی

الخلیفة الله علی فی شهور بالله امیر المومنین ابو الربیع

سنة احدی و اربعین و سبعمائة سلیمان خلد الله خلافته

۵۰

خلیفة الله المستکفی بالله

فی شهور سنة ۷۴۳

۵۱

الامام الاعظم خلیفة الله فی العالمین

المستکفی بالله امیر المومنین

ضرب هذا السکة دولت آباد سنة اربع و اربعین و سبعمائة

۵۲

فی زمان الامام الله ابو

امیر المومنین العباس احمد

الحاکم بامر خلد ملکه

۵۳

خلیفة الله المستکفی بالله

فی شهور سنة ۷۴۲

۵۴

الله الکفی والخلیفة المستکفی

فی شهور سنة ۷۴۲

۵۵

الحاکم بامر الله ابو العباس

سنة ۷۴۸ احمد

سلاطین بنگالہ

۵۶

السلطان الاعظم یمین خلیفة الله

فخر الدنیا والدین ناصر امیر

ابو المظفر مبارکشاہ

السلطان المومنین

ضرب هذه السکة بحضرة جلال سنار گانو سنة سبع و ثلثین سبعمائة

۵۷

السلطان الاعظم سکندر الزمان

علاء الدنیا والدین المخصوص

ابو المظفر علی شاہ بعنایة الرحمن ناصر

السلطان امیر المومنین

ضرب هذه الفضة السکة فی البلدة فیروز آباد سنة اثنی اربعین و سبعمائة

۵۸

السلطان الاعظم یمین الخلافة

اختیار الدنیا والدین ناصر امیر

ابو المظفر غازی شاہ المومنین

السلطان بن السلطان

ضرب هذه السکة بحضرة جلال سنار گانو سنة احدی و خمسین و سبعمائة

۵۹

واثق بتائید یزدانی فیروز سلطانی

ضربت هذا السکة فی زمان الامام ابو العباس الامام ابو العباس احمد

خلدت ملکه

۶۰

السلطان الاعظم فی زمن الامام

سیف امیر المومنین امیر المومنین ابو الفتح

ابو المظفر فیروز شاہ

السلطانی خلدت ملکه خلدت خلافته

ضربت هذه السکة بحضو... ین و سبعمائة

۶۱

السلطان الاعظم سیف امیر المومنین ابو المظفر فیروز شاہ السلطانی خلد ملکه

ضربت هذه السکة فی زمن الامام امیر المومنین ابی الفتح المعتضد بالله

خلد ملکه

۶۲

السلطان الاعظم سیف امیر المومنین ابو المظفر فیروز شاہ السلطانی

خلد ملکه

فی زمن الامام امیر المومنین ابی عبد الله خلد خلافته

ضرب هذه..

۶۳

فیروز شاہ سلطانی

نائب امیر المومنین

۶۴

فیروز شاہ سلطانی ضرب بحضرت دهلی

الخلیفة امیر المومنین خلد خلافته

۶۵

فیروز شاہ سلطانی خلد ملکه

الخلیفة ابو الفتح خلدت خلافته

۶۶

الخلیفة ابو عبد الله خلدت خلافته ۷۸۸

۶۷

فیروز شاہ سلطانی

ابو العباس احمد

۶۸

فیروز سلطانی

خلیفة ابو الفتح

۶۹

فیروز شاہ

ابو عبد الله خلدت خلافته

۷۰

شاہ فی زمن الامام

فتح خان فیروز امیر المومنین

خلد الله ظلاله ابو الفتح المعتضد بالله

وجلاله خلد خلافته

۷۱

السلطان الاعظم فی زمن الامام

فیروز شاہ ظفر امیر المومنین

بن فیروز شاہ ابو عبد الله

السلطانی خلدت خلافته

۷۲

فیروز شاہ ظفر السلطانی ... دهلی

الخلیفة امیر المومنین خلدت خلافته

۷۳

فیروز شاہ ظفر سلطانی ضرب بحضرة دهلی

الخلیفة ابو عبد الله خلدت خلافته ۷۹۱

۷۴
فیروزشاہ　ابوعبد اللہ
ظفر ابن　خلدت خلافتہ
فیروزشاہ

۷۵
فیروز　الخلیفۃ
شاہ ظفر　ابوعبد اللہ
السلطان　خلد خلافتہ

۷۶
تغلق شاہ　نائب
سلطانی ضربت　امیرالمومنین
بحضرۃ دھلی　۷۹۰

۷۷
تغلق شاہ　ابوعبد اللہ
سلطانی　۷۹

۷۸
ابوبکر شاہ　الخلیفۃ ابو
بن ظفر بن فیروزشاہ　عبد اللہ خلدت
سلطانی　خلافۃ ۷۹۱

۷۹
ابوبکر شاہ
ظفر بن فیروزشاہ سلطانی
نائب امیرالمومنین ۷۹۲

۸۰
ابوبکر شاہ　نائب
ظفر بن فیروزشاہ　امیرالمومنین
سلطانی　خلدت خلافتہ
۷۹۲

۸۱
محمد شاہ فیروزشاہ سلطانی
ابوعبد اللہ خلدت خلافتہ
ضربت بحضرۃ دھلی سنہ ۷۹۰

۸۲
السلطان الاعظم ابوالحامد محمد شاہ فیروزشاہ سلطانی
فی زمن الامام امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۷۹۳

۸۳
سلطانی　الخلیفۃ ابو
فیروزشاہ　عبد اللہ خلدت
محمد شاہ　خلافتہ ۷۹۳

۸۴
محمد شاہ
ضربت بحضرۃ دھلی
نائب امیرالمومنین ۷۹۳

۸۵
السلطان الاعظم　فی زمن
ابوالمجاہد محمد شاہ　امیرالمومنین
فیروزشاہ　خلدت خلافتہ
سلطانی　۸۱۸ (؟)

۸۶
سکندر شاہ محمد شاہ سلطانی
الخلیفۃ ابوعبد اللہ خلدت خلافتہ

۸۷
السلطان الاعظم　فی زمن الامام
ابوالحامد محمود شاہ　امیرالمومنین
محمد شاہ فیروز سلطانی　خلدت خلافتہ
سلطانی

۸۸
محمود شاہ محمد شاہ سلطانی
الخلیفۃ ابوعبد اللہ خلدت خلافتہ ۷۹۷

۸۹
محمود شاہ
سلطان ضربت بحضرہ دھلی
نائب امیرالمومنین ۸۱۳

۹۰
نصرت شاہ سلطانی
نائب امیرالمومنین

۹۱
فی عہد السلطان الغازی المتوکل
علی الرحمان مبارک شاہ سلطان
فی زمن الامام امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۸۲۵

۹۲
مبارک شاہ
سلطان ضربت بحضرۃ دھلی
نائب امیرالمومنین ۸۳۳

۹۳
سلطان ابوالمحامد محمد شاہ فرید شاہ خضر شاہ سلطانی
فی زمن الامام امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۸۴۶

۹۴
سلطان محمد شاہ بن فرید شاہ بحضرت دھلی
الخلیفۃ امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۸۴۹

۹۵
سلطان عالم شاہ بن محمد شاہ بحضرۃ دھلی
الخلیفۃ امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۸۵۳

۹۶
عالمشاہ
نائب امیرالمومنین ۸۵۳

سلاطین مالوہ

۹۷
الخلیفۃ امیرالمومنین خلد اللہ خلافتہ ۸۴[illegible]
البومظفر محمود شاہ خلجی ضرب بحضرت شادیاباد

سلاطین گجرات

۹۸
المتوکل علی　فی زمن
الرحمن بھلول　امیرالمومنین
شاہ سلطان　خلدت خلافتہ
بحضرت دھلی

۹۹
بھلول شاہ سلطان بحضرت دھلی
الخلیفۃ امیرالمومنین خلدت خلافتہ

۱۰۰
بھلول شاہ
السلطان

نائب امیرالمومنین ۸۷۷

۱۰۱
المتوکل علی الرحمن　فی زمن
سکندر شاہ　امیرالمومنین
بھلول شاہ سلطان
بحضرۃ دھلی　خلدت خلافتہ
۹۰۰

۱۰۲
سنہ ۹۰۰
المتوکل علی الرحمن سکندر شاہ بھلول شاہ
امیرالمومنین خلدت خلافتہ

۱۰۳
المتوکل علی　فی زمن
الرحمن ابراہیم شاہ　امیرالمومنین
سلطان　خلدت خلافتہ

۱۰۴
ابراہیم شاہ سلطان
امیرالمومنین خلدت خلافتہ

۱۰۵
ابراہیم شاہ سکندر
امیرالمومنین خلدت خلافتہ ۹۲۶

۱۰۶
جونپور
باربکشاہ　نائب
سلطان　امیرالمومنین
بشہر جونپور
۸۹۲

اس آخری سکہ کے معنی سمجھئے "سلطان باربکشاہ، جونپور مین امیرالمومنین کا نائب"

اسکے بعد تیموریونکا عہد آتا ہی، بنی عثمان مین خلافت منتقل ہوجاتی ہی، تیموریونمین اور عثمانی ترکونمین ایک خاندانی عداوت تیمور اور سلطان بایزید کے وقت سے چلی آتی تھی، جسکے سبب سے وہ انکی اس عزت و افتخار کو تسلیم کرنا نہین چاہتے تھے، چنانچہ اکبر نے خود خلافت و امامت کا دعوی کیا، لیکن علما اور عام مسلمانون مین اس بدعت شعاری کی جس حد تک شہرت ہوئی اوسکی صدائین آج بھی ہندستان کے در و دیوار سے آرہی ہین، چنانچہ حرمین شریفین کے تمام سوادونکے علی الرغم مساجد ہند کے منبرون پر خلفاے بنی عثمان کے نام پڑھے گئے اور اب تک پڑھے جارہے ہین،

سلہ مولانا ابوالکلام نے اپنے خطبۂ خلافت کلکتہ مین اسکے چند حوالے نقل کیے ہین،

قدیم اور جدید علم ہیئت

"سر ہنری جانسٹن نے جو انگلستان کے ایک مشہور آدمی ہین حال مین نیوسٹیٹسمین لندن مین اسلامی تہذیب و تمدن کے عنوان سے ایک مضمون طبع کرایا ہے، جس مین اونھون نے نہایت بیباکی کے ساتھ علمی، ادبی، مذہبی، تمدنی، تاریخی، غرض ہر حیثیت سے اسلام پر الزامات رکھے ہین، اسی سلسلہ مین وہ ایک مقام پر فرماتے ہین "آج عربی، ترکی، فارسی یا اردو زبان مین علم حجرات ارضیہ، انسان قبل التاریخ، سائنٹفک جغرافیہ، علم ہیئت (نجوم نہین) ...... پر کوئی رسالہ موجود ہے؟" یہ مضمون اسی آخری ٹکڑے کا جواب ہے"

علم ہیئت ایک فطری اور طبعی علم ہے، اور اوسکے ساتھ ہر قوم نے اپنے زمانہ مین اعتنا کیا ہے، اسلیے ہم آسانی کے خیال سے اوسکو تین دور مین تقسیم کرتے ہین،

قدما

پہلا دور قدما کا ہے، جس مین مصری، بابلی، ایرانی، ہندی، رومی، اور یونانی شامل ہین، ان مین سے مصری، بابلی، ہندی اور ایرانی علم ہیئت کا "امم قدیمہ کے علوم و فنون" [1] مین ذکر آچکا ہے، اسلیے اوس کا اعادہ غیر ضروری ہے، البتہ یونانی علم ہیئت پر ہم بیان تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہین،

یونانیون نے علم ہیئت مین اگرچہ مصر، بابل، اور ایران سے بہت کچھ فائدہ اوٹھایا ہے، تاہم چونکہ ان قومون کا علم ہیئت نظریات اور رصد دونون حیثیت سے ناتمکل تھا، اسلیے یونانیون نے

[1] یہ مضمون معارف مین شائع ہو چکا ہے،

اوسکو مکمل کردینا چاہا، چنانچہ بطلیموس نے قدیم علم ہیئت کے تمام مسائل کو براہین ہندسی سے ثابت کیا، اور اوسپر ایک مستقل کتاب لکھی، جسکا نام مجسطی ہے، مجسطی پہلی کتاب ہے جس مین علم ہیئت کے تمام اصول و فروع نہایت تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہین، علامہ جمال الدین قفطی اوسکی نسبت لکھتے ہین، [1]

ولا یعرف کتاب الف فی علم من العلوم قدیمها وحدیثها فاشتمل علی جمیع ذلک العلم واحاط باجزاء ذلک الفن غیر ثلثة کتب، احدها کتاب المجسطی هذا فی علم هیئة الفلک وحرکات النجوم، والثانی کتاب ارسطوطالیس فی علم صناعة المنطق، والثالث کتاب سیبویه البصری فی علم النحو العربی،

تمام قدیم وجدید علوم مین کوئی کتاب ایسی نہین لکھی گئی، جس نے ایک فن کی تمام جزئیات کا احاطہ کرلیا ہو، بجز ان تین کتابون کے، ایک تو یہی مجسطی جو علم ہیئت اور نجوم پر ہے، دوسری ارسطو کی کتاب جو منطق مین ہے اور تیسری سیبویہ کی کتاب جو عربی علم نحو مین ہے،

اور محمد بن جابر بن سنان بتانی نے اپنی زیج مین لکھا ہے [2] کہ

قد تقصی علم الفلک من وجوهه ودل علی العلل والاسباب العارضة فیه بالبرهان الهندسی والعددی الذی لا تدفع صحته ولا یشك فی حقیقته ....

اوس نے علم ہیئت کے تمام پہلوؤن کا احاطہ کرلیا ہے، اور براہین ہندسی وعددی کے مدد سے ایسے اسباب وعلل بیان کیے ہین جن کی صحت سے انکار نہین کیا جاسکتا،

[1] اخبار الحکماء ص ۶۹، [2] اس زیج کا نام الزیج الصابئی ہے اور روما مین چھپ گئی ہے،

بہرحال مجسطی مین تیرہ[13] مقالے ہین، پہلے مقالہ[1] مین مقدمات ہین، مثلاً زمین و آسمان کروی ہین یا مثلاً زمین ساکن ہے وغیرہ وغیرہ، دوسرے[2] مین اس امر کا بیان ہے کہ عرض بلد کے اختلاف کا دن کے طول اور قطب و مطالع کی بلندی پر کیا اثر پڑتا ہے؟ تیسرے[3] مین دکھایا ہے کہ آفتاب نقطۂ اعتدال اور نقطۂ انقلاب مین کب ہوتا ہی؟ سال شمسی کی کیا تعداد ہے؟ آفتاب کی معتدل اور مختلف حرکت کی کیا مقدار ہے؟ رات اور دن مین کیون فرق ہوتا ہے؟ چوتھے[4] مین چاند کی حرکتِ اعتدالی کا بیان ہے، پانچوین[5] مین چاند کی حرکت کا اختلاف اور اوسکا حساب بتلایا ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ وہ مختلف شکلون مین کیون نظر آتا ہے؟ چھٹے[6] مین آفتاب و ماہتاب کے اجتماع اور کسوف کا بیان ہے، ساتوین[7] مین ثوابت اور اونکی شکلون کا تذکرہ ہے، آٹھوین[8] مین ثوابت کی فہرست اور اونکے طول و عرض کی تفصیل ہے، نوین[9]، دسوین[10]، اور گیارہوین[11] مین کواکبِ خمسۂ متحیرہ کی اوس حرکت کا بیان ہے جو طول مین ہوتی ہے، بارہوین[12] مین ان ستارون کی واپسی، سکون اور مقابلہ کا ذکر ہے، اور تیرہوین[13] مین اونکے عرض، اور ظہور و خفار کی تشریح کی گئی ہے،

اس سے ثابت ہوا کہ بطلیموس کے نزدیک علمِ ہیئت کی دو قسمین ہین، ایک[1] ہیئۃ الافلاک اور دوسرے[2] احکام نجوم، (یعنے ستارون کو دیکھکر آیندہ واقعات کی نسبت پیشینگوئی کرنا) اور یہی تمام اہل یونان کا مذہب[1] ہی

عرب | اہل عرب نے انہین کتابون پر دسترس حاصل کی تھی اسلیے اونکے ہان بھی علم ہیئت کی ابتدائً دو قسمین رہین، لیکن چونکہ اس فن کا تمامتر دار مدار (۱) نظریات پر عبور، اور (۲) رصد کی صحت پر ہے، اسلئے جیسا کہ بطلیموس نے لکھا ہے،

[1] علم الفلک کرنلینوس۔ [illegible]

انہ قد یجوز ان یستدرک علیہ فی ارصادہ علے طول الزمان کما استدرک ہو علی ابرخس وغیرہ من نظرائہ لجلالۃ الصناعۃ ولانہا سمائیۃ جسیمۃ لا تدرک الا بالتقاریب (زیچ بتانی)

یہ بہت ممکن ہے کہ جسطرح اوسنے ابرخس وغیرہ کی رصد پر اضافہ کیا تھا، ایک طویل زمانہ کے بعد خود اوسکی رصد پر بھی اضافہ ہوسکے کیونکہ یہ فن نہایت عظیم الشان ہے، اور آسمانی ہونے کی وجہ سے صرف ظن و تخمین سے معلوم ہوتا ہے،

اونہون نے اس فن مین بہت جلد ترقی کرلی،

بہرحال اہلِ عرب نے ہیئت کی ابتدائً دو قسمین کین، چنانچہ فارابی نے لکھا ہی[1]،

”علمِ نجوم دو قسمون پر مشتمل ہے، ایک[1] مستقبل پر ستارون کی دلالت کرنے کا علم، دوسرے[2] علم تعلیمی..... علمِ نجوم تعلیمی مین اجرام سماوی، اور زمین سے تین طریقہ پر بحث کیجاتی ہے، (۱) ان اجرام کی تعداد، شکل، ہیئت اور ترتیب کیا ہے؟ اون کا زمین سے کتنا فاصلہ ہے؟ زمین ساکن ہے، وہ نہ محوری حرکت کرتی ہے اور نہ دوری (۲) اجرام سماوی کی حرکت، اوسکی مقدار، اوسکا استداری ہونا، اوسکا تمام کواکب مین عام ہونا اور بعض کواکب مین خاص طور پر پایا جانا، اور اوسکے نتائج یعنے آفتاب و ماہتاب کا اجتماع، استقبال، اور کسوف وغیرہ، (۳) زمین کے آباد اور ویران مقامات، اوسکی تقسیم، مقامات کے حالات، اوسکی حرکتِ یومیہ سے مطالع و مغارب کا اختلاف، اور رات دن کے طول کا سبب وغیرہ وغیرہ“

[1] فارابی نے علوم و فنون پر ایک کتاب لکھی تھی جو اب ناپید ہو گئی ہے، لیکن اوسکا لاطینی ترجمہ جو جررڈ و ڈکریمونا کا کیا ہوا ہے اب تک موجود ہے، یہ عبارت اوسی سے عربی مین ترجمہ ہوئی ہے، اور ہمنے عربی سے اوسکو اردو مین منتقل کیا ہے،

ان تین طریقون کے علاوہ ایک چوتھا طریقہ محمد بن ابراہیم انصاری الکفانی نے بیان کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہی،

"ستارون کی تعداد، اونکے بُعد، اور اونکے افلاک کی پیمائش[1]"

یہ قسم اگرچہ فارابی کی پہلی قسم مین آجاتی ہے، تاہم الکفانی نے اوسکو ایک مستقل قسم شمار کیا ہے، اور اسطرح اوسکے نزدیک علم ہیئت کی حسب ذیل پانچ شاخین ہوگئی ہین،

(۱) علم الزیجات والتقاویم: یہ آجکل کے علم ہیئت عملی کے حسابی حصہ کا قائم مقام ہی،

(۲) علم المواقیت: یہ علم ہیئت کروی، اور علم ہیئت عملی کے رصدی حصہ کی اوس شاخ کا قائم مقام ہے جس مین زمانہ کا تخمینہ کیا جاتا ہے،

(۳) علم کیفیۃ الارصاد: یہ علم ہیئت عملی کے رصدی حصہ کی بقیہ شاخون کا قائم مقام ہے، اور اسکا نام ابن رشد نے صناعۃ النجوم التجربیبہ رکھا ہے[2]،

(۴) علم تسطیح الکرۃ والآلات الشعاعیۃ؛
(۵) علم الآلات الظلیہ؛
} یہ دونون بھی علم ہیئت عملی کی رصدی شاخ کے قائم مقام ہین،

لیکن درحقیقت یہ پانچون قسم موجودہ علم ہیئت کی صرف دوشاخون (یعنے علم ہیئت کروی اور علم ہیئت عملی) مین آجاتی ہین، اسلیے ہمکو ابھی اس فن کے اور اقسام کا بھی پتہ لگانا چاہیے، اخوان الصفا مین ہر کہ

"علم نجوم کی تین قسمین ہین، (۱) افلاک کی ترکیب، ستارون کی تعداد، بروج کے اقسام اور ان چیزون کے بُعد، جسامت، اور حرکت وغیرہ کا جاننا، (۲) زیچ کا حل، تقویم بنانا، اور تاریخ نکالنا وغیرہ، (۳) آسمان کی حرکت، بروج کے طالع، اور ستارون کی گردش سے

[1] علم الفلک بحوالہ ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد ص ۹۸ تا ۱۰۰، [2] کتاب مابعد الطبیعۃ ص ۸۳،

کائنات کے متعلق استدلال کرنا"،

ان تین قسمون مین پہلی قسم آج کل کے علم نظری اور دوسری قسم علم عملی کے مرادف ہے، اور تیسری قسم جو احکام نجوم کے نام سے موسوم ہے، آج کل بالکل لغو سمجھی جاتی ہے، لیکن قانون مسعودی مین علم ہیئت نظری کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اوس کے عنوانات حسب ذیل ہین،

۱- قوانین علم ہیئت،

۲- علم تواریخ ریاضی،

۳- حساب مثلثات، (خصوصًا مثلثات کرویہ کا حساب)

۴- کرۂ آسمان کے دائرے، اور اونکے احداثیات[1]، اونکے سبب سے زمین کے گرد شہرون یا فلک مستقیم مین جو بروج کے مطالع پیدا ہوتے ہین، مشرق و مغرب کی وسعت، مختلف ممالک مین آفتاب کی بلندی، اور عرض بلد کا مقیاس کے سایہ سے معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ،

۵- زمین کی شکل، اوسکا بُعد، طول بلد کی درستی، ایسے دو شہرون کے درمیان کی مسافت دریافت کرنا جن کا طول و عرض معلوم ہو، قبلہ کی سمت، (غرض وہ تمام مسائل جو جغرافی طول و عرض سے متعلق ہین) زمین کا اقلیمون پر تقسیم کرنا، وغیرہ وغیرہ،

۶- آفتاب کی حرکت کو ہندسی اشکال مین بیان کرنا،

۷- ماہتاب کی حرکت کو شکل ہندسی مین بیان کرنا، اور یہ دکھلانا کہ چاند بلندی، اور عرض و طول مین کیون مختلف دکھائی دیتا ہے؟

۸- آفتاب و ماہتاب کا اتصال، کسوف، اور رویت ہلال کا حساب،

[1] رسائل اخوان الصفا ص ۵۶ ج ۱، [2] یہ ریاضی کی ایک جدید اصطلاح ہے جسکو فرانسیسی زبان مین COORDONNEES کہتے ہین،

۹- ثوابت اور اون مین چاند کے منازل،

۱۰- کواکبِ خمسۂ متحیرہ کی طول و عرض مین حرکت، اوسکا اشکالِ ہندسی مین بیان، ان ستارون کے مقامات، واپسی، زمین سے بُعد، جسامت، ظہور، خفار، اور اونکا ایک دوسرے کو حائل ہونا۔

۱۱- حسابِ مثلثاتِ کرویہ، اور علم ہیئتِ کروی کے چند ایسے مسائل جنکی نجومیون کو ضرورت پڑتی ہے،

اسطرح موجودہ علم ہیئت کی تین قسمون یعنے علم کروی، علم نظری، اور علم عملی کا عربی علمِ ہیئت مین پتہ چلتا ہے،

لیکن ان اقسام کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہے، جو اگرچہ اہلِ عرب کے نزدیک ہیئت مین داخل نہ تھی، تاہم آج کل داخل سمجھی جاتی ہے، یہ قسم علم میکانکِ فلکی ہے، جو عربی کتابون مین **علم السماء والعالم** کے نام سے مشہور[1] ہے، اس کا موضوع جیسا کہ اخوان الصفا مین لکھا ہے یہ ہے[2]

"افلاک و کواکب کی حقیقت، اونکی تعداد، اونکی ترکیب کی کیفیت، اور اونکی حرکت کی علت دریافت کرنا، اور یہ معلوم کرنا کہ آیا وہ کون و فساد کو قبول کر سکتے ہین یا نہین؟ نیز ستارون کی حرکت تیز اور سست کیون ہوتی ہے؟ افلاک کی حرکت کا کیا سبب ہے؟ زمین کیون ساکن ہے؟ کیا اس عالم کے علاوہ کوئی عالم اور بھی ہے؟ اور کیا اوسمین آبادی ہے؟ وغیرہ وغیرہ"

چونکہ اہلِ عرب کے نزدیک یہ مباحث علمِ طبیعی مین داخل[3] تھے، اسلیے وہ علم ہیئت مین اونکا ذکر نہین کرتے، کیونکہ جیسا کہ ابن رشد نے لکھا ہے علمِ ہیئت کے اکثر مسائل تعالیمی یعنے ریاضی سے متعلق ہین، اسی[4] طرح علمِ احکام النجوم بھی چونکہ اونکے نزدیک طبیعیات کے سلسلہ مین داخل تھا

---

[1] شرح جغمینی، [2] رسائل اخوان الصفا ص ۲۱ ج ۱، [3] حاشیہ شرح جغمینی للبرجندی، [4] کتاب مابعد الطبیعۃ ص ۶۵،

اسلیے وہ اوسکو بھی علمِ ہیئت سے خارج سمجھتے تھے[1]، اور یہ بعینہٖ ارسطو کی رائے ہے[2]،

اور اس خیال کی وجہ صاف ظاہر ہے، علمِ طبیعی اور ریاضی کے موضوع مین بڑا فرق ہوتا ہے، ایک طبیعی ہمیشہ علّت کی جستجو کرتا ہے، بخلاف اسکے ایک نجومی کو جو دراصل ریاضی دان ہوتا ہے، صرف ظاہری کیفیت سے بحث ہوتی ہے، مثلاً اگر آسمان کے کروی ہونے پر بحث کیجائے تو ایک طبیعی کہے گا کہ چونکہ وہ ایک ایسا جسم ہے جو نہ ہلکا ہے نہ بھاری اسلیے کروی ہے، بخلاف اسکے نجومی یہ بیان کرے گا کہ چونکہ مرکز سے محیطِ دائرہ تک جو خطوط نکلے ہین وہ مساوی ہین اسلیے آسمان کروی ہے، دیکھو! دونون کے طرزِ استدلال مین کتنا فرق ہے؟ طبیعی ہر چیز کی مادی اور اصلی علّت دریافت کرتا ہے، بخلاف اسکے نجومی کو غیر مادی علل و اسباب سے غرض ہوتی ہے،

اس بنا پر اگر اہلِ عرب نے اس قسم کو علم ہیئت سے علحدہ رکھا تو چندان مستبعد نہین،

غرض اس تمام تفصیل سے ثابت ہوا کہ اہلِ عرب کے نزدیک خالص علمِ ہیئت کی صرف تین قسمین تہین،

(۱) علمِ ہیئتِ کروی،

(۲) علمِ ہیئت عملی،

(۳) علمِ ہیئتِ نظری، لیکن اس مین کسوف، ستارون کا ایک دوسرے کو حائل ہونا، تاریخِ ریاضی اور علم طولِ بلد و عرضِ بلد سے بحث ہوتی تھی، حرکاتِ کواکب کی ماہیت سے بحث کرنا اسکے موضوع سے خارج تھا،

---

[1] علم الفلک بحوالۂ اتحاف السادۃ شرح احیاء العلوم ص ۲۰۸ ج ۱، [2] یہ فلاسفۂ عرب کا خیال ہے، لیکن علماءِ فلک احکام النجوم کو بھی علم نجوم کی ایک شاخ سمجھتے ہین اسلیے اونکے نزدیک وہ ریاضیات کے سلسلہ مین داخل ہوگا،

اور چوتھی قسم یعنے علمِ میکانکِ فلکی طبیعیات مین داخل تھی، اسلیے اگر ہمکو یہ معلوم کرنا ہو کہ اہلِ عرب آسمان مین حرکتِ غیر استداری کو کیون ناممکن سمجھتے تھے؟ یا اونکے نزدیک حرکتِ آسمانی کا مبدء کیا تھا؟ یا افلاک و کواکب کی کیا طبیعت ہی؟ اور وہ کروی کیون ہین؟ تو اسکو کتبِ ہئیت کے بجاے کتبِ حکمت، کلام، اور الٰہیات مین تلاش کرنا چاہیے[1]،

یورپ — بخلاف اسکے اہلِ یورپ کے نزدیک یہ تمام مباحث بھی علمِ ہئیت سے متعلق ہین، اس لیے اونکے ہان اس فن کی چار قسمین ہو گئی ہین،

(۱) علمِ ہئیتِ کروی: اس مین کواکب کی حالت اور اونکی یومیہ اور سالانہ حرکت سے بحث، زمانہ کی تعیین، اور آسمان و زمین کے مواقع کی تشخیص ہوتی ہی،

(۲) علمِ ہئیتِ نظری: اس مین فضا کی مرئی حرکت سے حقیقی حرکت کا پتہ لگایا جاتا ہے، اجرامِ سماوی کے مقامات کی تقویم بنائی جاتی ہے، کسوف، آفتاب و ماہتاب کا اجتماع، اور ایک ستارے کا دوسرے کو حائل ہونا معلوم ہوتا ہی، اور کسی حد تک زمین کی جسامت اور اُسکے بعد سے بھی بحث کیجاتی ہے، یہ علم کیپلر کے قوانینِ ثلاثہ پر مبنی ہی

(۳) علمِ ہئیتِ عملی: اسکے دو حصے ہین، (۱) رصدی، جس مین نظریۂ آلاتِ رصدیہ، رصد کی کیفیت، اور زمانہ کا تخمینہ کرنا شامل ہے، (۲) حسابی، جسمین زیج اور تقویم کے حسابات شامل ہین،

(۴) علمِ میکانکِ فلکی: اس مین حسبِ ذیل مسائل ہین، حرکتِ حقیقی کی کیا علت ہی؟ قوتِ جاذبہ اور دافعہ جو تمام اجسام مین موثر ہے کیا ہی؟ یعنی حرکت کا کیا قانون ہی؟

[1] مثلاً عیون المسائل فارابی، رسائلِ اخوان الصفا، اشارات بو علی سینا مع شروح طوسی و رازی، تہافۃ الفلاسفہ غزالی، مابعد الطبیعۃ ابن رشد، تفسیر کبیر امام رازی، محصل رازی مع تلخیص طوسی، حکمۃ العین کاتبی، شرح ہدایۃ الحکمۃ صدر الدین شیرازی، تجرید العقائد طوسی، طوالع الانوار بیضاوی، مواقف عضد الدین ایجی وغیرہ

ثقل کی کیا تاثیر ہے؟ جاذبیت کیا چیز ہے؟ اوس کا افلاک ذوات الاذناب (دُمدار ستارے) زمین، اور دیگر سیارون کی ہئیت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ ان کرونکی سطح پر کتنا ثقل ہی؟ اور اونکی حرکت کا محور کیون بدلتا رہتا ہے؟

لیکن ان اقسام کے علاوہ یورپ نے علمِ ہئیت کی ایک قسم اَور ایجاد کی ہے، جسکا نام علم طبیعۃ الاجرام الفلکیۃ ہی، اسکی ایجاد صرف ایک آلہ کی وجہ سے ہوئی ہے، جسکو سپکٹرسکوپ کہتے ہین، اس سے اجرام فلکی کی ترکیبِ طبیعی و کیمیاوی معلوم ہوتی ہے[2]،

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ یورپ نے ہئیت مین صرف ایک قسم کا اضافہ کیا ہے، اور وہ علم طبیعۃ الاجرام الفلکیۃ ہے،

سعید انصاری
رفیق دار المصنفین، اعظم گڈھ

[2] علم الفلک ص ۲۰، ۲۱، ۲۲،

منتخبات

جرمنی
اور
علوم وفنون

برلن سے فارسی زبان مین کاوہ کے نام سے ایک فارسی اخبار نکلتا تھا، تقی زادہ ایک ایرانی سیاسی اہل قلم اسکا ایڈیٹر تھا، دوران جنگ مین یہ اخبار سیاسی تھا، جنگ کے اختتام کے بعد یہ ایک علمی پرچہ ہوگیا، اب سُنا کہ وہ بند ہوگیا، ۲۲ رجون ۱۹۲۰ء کے پرچہ مین جرمنی کے مدرسون اور کتبخانون پر ایک مضمون شایع ہوا تھا، جسکا ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے،

مدارس | جرمن نظام تعلیم نے موجودہ زمانہ مین جو وسعت حاصل کی ہے، اُس نے جرمنی کے علمی سطح کو تمام دنیا مین بلند کردیا ہے، اور وہ تعلیمی حیثیت سے سب سے زیادہ متمدن سلطنت سمجھی جاتی ہے، جرمنی کی علمی ترقیون کا آخری دور پروفیسر پسٹالوزی[1] کا رہین منت ہے، جس نے تیرھوین صدی ہجری کے اوائل مین قدیم نظام تعلیم کو بدل کر ایک جدید نظام مرتب کیا جو موجودہ دور تجدید واصلاح کا سنگ بنیاد قرار دیا گیا ہے،

جرمنی مین تعلیم جبری ہے اور آٹھہ سال تک بچون کو تعلیم دلانا والدین کے فرائض مین داخل کردیا گیا ہے، اس بنا پر چھہ برس کے سن سے چودہ برس کے سن تک ہر شخص

[1] ولادت ۱۱۶۵ھ، وفات ۱۲۴۳ھ،

(خواہ عورت ہو یا مرد) اس دائرہ مین مقید رکھا جاتا ہے، اور جو بچہ ان بیڑیون کو کاٹکر آگے بڑھنا چاہتا ہے اُسکو پولیس قانوناً مجبور کرکے پیچھے ہٹا دیتی ہے،

جبری تعلیم کا قانون فریڈرک ولیم اول کے عہد مین ۱۱۳۰ھ مین پاس ہوا تھا، اُس وقت سے لیکر آج تک ہر شخص اس قانون کے آگے سر جُھکا رہا ہے، اور اسطرح جو لوگ اسکے موافق نہین ہین اُنکو بھی چار وناچار اُسکو ماننا پڑتا ہے،

۱۳۱۹ھ مین سلطنت کی کل آبادی مین ۱۳۱ جاہل پیدا ہوے، جنکا اوسط ۱۰ ہزار سپاہیون مین ایک نکلتا ہے،

جرمنی کے تمام آبادی مین ہر شہر، ہر قصبہ، بلکہ ہر قریہ تک ایک بیت العلوم ہوتا ہے جسمین مکتب، دار المطالعہ اور اخبارات بکثرت ہوتے ہین، ۱۳۲۵ھ مین اس سلطنت مین ۵۹۳۰۰ مکتب تھے، جسمین ۸۶۶۰۰۰۰ لڑکے تعلیم پاتے اور ۱۳۷۵۰۰ اساتذہ درس دیتے تھے، اسی سال ۳۱۱ ٹریننگ اسکول (ابتدائی استادون کے لئے) ۲۷۴ مردانہ، اور ۴۰ زنانہ ٹریننگ کالج قائم ہوے، مکاتب جنکا نصاب کم از کم آٹھہ سال مین ختم ہوتا ہے، عموماً مفت اور بلا فیس ہین، اور ان پر ۱۴۳ ملین مارک صرف ہوتا ہے، جسمین سے ۹۸ ملین سلطنت اور بقیہ مینوسپلٹی کی طرف سے ملتا ہے، ان مدارس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے مدارس اور کالج قائم ہین، چنانچہ ۱۳۲۰ھ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی تعداد ۱۲۵۰ سے زاید ہے،

جرمنی مین فلاحی، معماری اور صنعت وحرفت کے بہت سے مدارس ہین، معدنیات کے ۱۴ مدرسے ہین جسمین سے دس پروشیا اور بقیہ دیگر مقامات مین واقع ہین، تجارتی مدارس انکے علاوہ ہین، اُن مین سب سے بڑے کالج لیپزگ، آخن، ہمبرگ، فرانکفرٹ

کولن اور برلن مین واقع ہین، ۵۴ چھوٹے اور ۱۱۸۱ ابتدائی تجارتی مدارس بھی موجود ہین، لیپزگ مین ایک مدرسہ ہے جسمین کتبخانہ کی ترتیب اور اسکے نظم ونسق کا طریقہ بتلایا جاتا ہے، اسی طرح فوجی، بحری، اور جنگی اکاڈمیان بھی ہین، موسیقی اور بیطاری کے بھی بڑے بڑے کالج قائم ہین، جنمین ہمنسٹیس، البرفلڈ، مولہائم اور کرفلڈ کو خاص اہمیت حاصل ہے، جرمنی کے دوسرے صوبہ جات مین ورزش خانے، عجائب خانے، مطالعہ خانے اور جانور باغ بکثرت ہین، جنکو عوام کی اصلاح وتربیت مین بہت زیادہ دخل ہوتا ہے، اندھون، گونگون اور بہرون کی تعلیم کے لئے جو مدارس ہین اُنکا شمار اس سے علیحدہ ہے،

جرمنی مین ۲۲ یونیورسٹیان ہین جنمین سنہ ۱۳۳۲ھ کی رپورٹ کے مطابق ۳۶۶۰۵ لڑکے تعلیم پاتے ہین، ۷۸۶۲۲ مرد اور ۱۲۷۱ عورتین جو صرف لکچرون کی سماعت مین شریک تہین اور درج رجسٹر نہین تہین اِنکے علاوہ ہین،

جرمنی کی سب سے قدیم یونیورسٹی ہائیڈلبرگ مین ہے جو سنہ ۱۳۸۶ء مین قائم ہوئی، اور سب سے اخیر اسٹراسبرگ یونیورسٹی ہے جسکا سنہ ۱۲۹۰ھ مین سنگ بنیاد رکھا گیا،

جرمن یونیورسٹیون مین چار موضوع پر لکچر دیا جاتا ہے،

(۱) علم کلام یا فلسفہ الٰہیات

(۲) قانون

(۳) ڈاکٹری

(۴) فلسفہ

ان مین سب سے زیادہ اہمیت فلسفہ کو حاصل ہے، لیکن بعض یونیورسٹیون مین اور علوم کو بھی اہمیت دیجاتی ہے، مثلاً بون اور برسلا یونیورسٹی مین چار موضوع کے

بجائے پانچ مقرر کئے گئے ہین، اور فلسفہ الٰہیات کو دو حصون پر منقسم کردیا ہے، ایک پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کے فلسفہ الٰہیات مین بہت زیادہ تباین، تناقض اور تضاد پایا جاتا ہے

میونخ یونیورسٹی مین بھی پانچ موضوع رکھے گئے ہین جنمین ایک پالیٹکس بھی ہے، اور ورٹسبرگ یونیورسٹی مین سیاست کے بجائے علوم طبیعیہ پڑہائے جاتے ہین،

برلن یونیورسٹی سے بھی جو فریڈرک ولیم اول کی قائم کی ہوئی ہے، تقریباً ۷۵۵۵ طلبہ سالانہ صنعت وحرفت کی سند حاصل کرتے ہین، سنہ ۱۳۲۱ھ مین برلن یونیورسٹی مین طلبہ کی حسب ذیل تعداد تھی،

الٰہیات	۳۶۶	قانون	۲۹۲۸
ڈاکٹری	۱۲۱۹	فلسفہ	۳۰۷۸

اور سامعین کی تعداد جنمین ۲۵۵ عورتین بھی تہین ۵۴۶۰ تھی، جنکو ۴۲۰ اساتذہ درس دیتے تھے، برلن کی علمی یادگارون مین کتبخانۂ شاہی خاص طور پر مشہور ہے، جو سنہ ۱۶۶۱ء مین قائم ہوا، اسمین دو کرور مختلف کتابین، ۳۰۰۰۰ قلمی، اور ۸۰ ہزار اٹلس اور جغرافی نقشے وغیرہ، اور ۹۶۰۰۰ موسیقی کی کتابین اور رسالے تھے، اس کتبخانہ مین سب سے نادر کتاب توراۃ کا وہ نسخہ ہے جو لوتھر کے پاس رہتا تھا، اور جسپر اسکے ہاتھ کے حواشی لکھے ہوئے ہین، یہ نسخہ عبرانی زبان مین ہے ایک نسخہ انجیل کا بھی ہے جو دوسری صدی ہجری مین وٹیکنڈ[۱] نے لکھا تھا،

برلن کے مشہور کتبخانون مین یونیورسٹی کا کتبخانہ ہے جسمین ۲۱۵۰۰۰ کتابین ہین ایک مردم شماری کتبخانہ پروشیا کا ہی جسمین ۱۴۰۰۰ جلدین ہین، اسکے علاوہ اکاڈمی کا کتبخانہ،

(۱) یہ ایک مشہور جرمن جنگ آور تہا جس نے شارلمان سے شکست کھاکر دین مسیحی اختیار کیا،

مجلس قومی، کتبخانہ جماعت عالیۂ نظامیہ، کتبخانہ بلدیہ، کتبخانہ انجمن اخلاق زیادہ مشہور ہین،
ان کتبخانون مین سالانہ تقریباً ۱۰۰۰۰۰ ناظرین آتے ہین اور ۶۰۰۰۰ اشخاص کو کتابین مستعار دیجاتی ہین، قومی کتبخانون مین جنکی تعداد ۷۰ ہے، ۶ کرور سے زیادہ کتابین محفوظ ہین اور جیسا کہ ۱۹۳۳ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے ۱۰۰۰۰ اشخاص اُنکے مطالعہ کے لئے آئے اور چار کرور سے زاید کتابین مستعار دی گگئین،

برلن کی علمی عمارات مین قومی رصدخانہ کو بھی خاص طور پر شہرت حاصل ہے جسکے ذریعہ سے اتبک پانچ بالکل جدید ستارے دریافت ہوے ہین، جنمین ایک پنچون بھی ہے، نیز اسی رصدخانہ سے ۱۴۳ مدار ستارون کا بھی انکشاف ہوا ہے،

جرمنی مین اشاعت علوم وفنون کا سب سے بڑا محرک پریس کا وجود ہے، جس نے نہایت کثرت سے نادر کتابین چھاپ دی ہین، چنانچہ اسکا اندازہ حسب ذیل نقشہ سے ہوگا،

سنہ ۹۷۸ھ	۲۹۹	جلد
سنہ ۱۰۰۹ھ	۷۹۱	〃
سنہ ۱۱۱۲ھ	۹۵۱	〃
سنہ ۱۲۱۵ھ	۳۳۳۵	〃
سنہ ۱۳۲۰ھ	۲۶۹۰۲	〃

لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز اہل جرمنی کا ذوق کتب بینی ہے، چنانچہ شہر جنا کے مطالعہ خانہ کے مہتمم نے جو اعداد وشمار شایع کئے ہین، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ جرمن کتبخانون مین کتابون کی کتنی تعداد ہے اور ان کا اوسط ناظرین کے لحاظ سے کیا نکلتا ہے؟ اور وہ حسب ذیل ہے،

نام شہر	فی سو آدمی	جلد کتاب
برمشد	〃	۲۷
برمین	〃	۴۶
ہمبرگ	〃	۵۰
لیبوبک	〃	۵۲
فرانکفرٹ	〃	۸۳
ادسنابرگ	〃	۱۰۰
ڈارمشاڈ	〃	۱۰۴
دساؤ	〃	۱۳۵
بارمن	〃	۱۶۶
جنا	〃	۳۴۷

یہ پبلک کتبخانون کی رپورٹ ہے، لیکن انکے علاوہ جرمنی مین اور بھی بڑے بڑے کتبخانے قائم ہین، جنکا اس رپورٹ مین ذکر نہین ہے، اسلئے اُنکے ناظرین اور کتابون کی تعداد کا موازنہ نہین کیا جاسکتا،

ان کتب خانون کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان سے عوام نہایت کثرت کے ساتھ مستفید ہوتے ہین اور اسلئے اُن سے تمدن کا ایک بڑا مقصد حاصل ہوتا ہے، کیونکہ بقول ڈاکٹر ہرمان ڈیلیس

"تمدن جدید کی اشاعت اور صنعت وحرفت کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری ہو کہ علوم وفنون کو یونیورسیٹون کے احاطہ کے اندر مقید نہ کیا جاے بلکہ اسکے بجاے اُنکو

الماریون اور کوٹہریون سے باہر نکال کر منظرِ عام پر لایا جاے تاکہ اس سے مزدور اور کاریگر بھی متمتع ہون، کیونکہ تمدنِ جدید نے ان فرقون کو بھی تحصیل علوم پر مجبور کردیا ہے"۔

اور چونکہ یہ بارہا مشاہدہ مین آچکا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے لوگ عموماً پست طبقون سے پیدا ہوتے ہین، اِسلئے کوئی وجہ نہین کہ ان طبقون کو علوم وفنون کی روشنی سے محروم رکھا جاے، کیونکہ وہ قابلیت اور استعداد جو اُن مین فطری طور پر مخفی ہے اس روشنی سے دفعتہً چمک اُٹھیگی،

اہل جرمنی کی اصلاح تربیت کا نہایت موثر ذریعہ اخبارات ورسائل ہین، جو ملک کے مختلف صوبون سے نہایت کثرت کے ساتھ شایع ہوتے ہین، چنانچہ سنہ ۱۳۲۰ھ مین فقط برلن سے ۱۱۰۰ سے زاید اخبارات نکلتے تھے، اسکی وجہ یہ ہے کہ جرمنون کا ہر طبقہ اخبار بینی کا عادی ہے، اور اسلئے مضمون نگارون کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے جو صرف افکار کی اصلاح وتربیت، اور اخلاق کی تہذیب وتکمیل کو اپنا فرض سمجھتا ہے، اس بنا پر اسکے مضامین ہمیشہ طبی، علمی، یا اخلاقی ہوتے ہین، جنکے مفید ہونے مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا، گیٹے نے اسی قسم کے اخبارات کے متعلق کہا ہے کہ وہ "معلومات کا مخزن ہوتے ہین"۔

امنِ عالم

فروری کے معارف مین فرنچ فلسفی پال رچرڈ کی کتاب پیامِ امن کا خلاصہ درج کیا گیا تھا، ذیل مین اصل کتاب کے بعض حصون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے، پوری کتاب اردو مین اشاعت کے لئے تیار ہے۔ (عبدالماجد)

مدتون سے انسان کو اسکا احساس ہے کہ نظامِ کائنات کے اس ادنی ترین جزو کرۂ ارض پر حیات چندروزہ پاکر آپس مین لڑنا جھگڑنا، سعی واہتمام کے ساتھ تفریق اور تفریق در تفریق قائم کرنا، اور بجاے باہمی خلوص ومعاونت کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے کے اجل کی دستبرد مین معین ہونا کسقدر حماقت بلکہ جنون ہے،

مدتون سے وہ اس جنون کے ازالہ، اس مرض کے دفعیہ کی فکر مین ہے لیکن ابتک کامیابی نہین ہوئی، یہ آخر کیون؟

حکماء نے برکاتِ صلح بیان کئے، انبیاء نے پیام امن کی منادی کی تاہم دنیا ابھی تک انکی آمد کا انتظار کر رہی ہے، اسکی کھلی ہوئی وجہ یہ ہے کہ امن کوئی ایسی شے نہین جو من وسلوی کی طرح آسمان سے نزول کرے، بلکہ انسان کے احساس انسانیت کا نتیجہ ہے اور انسانیت کے احساس سے اسوقت تک قلوب انسانی ناآشنا ہین،

بڑی بڑی سلطنتون نے ہمت کی کہ دنیا مین امن قائم کر دیا جاے، بڑے بڑے فاتحون نے منصوبہ باندھا کہ اپنے زور وقوت سے دنیا مین امن قائم کرکے رہین گے، لیکن ان ہمتون کو

زرہ آہنی کے بارنے توڑ توڑ دیا، اور یہ خواب ہمیشہ جھوٹے نکلے، اسلئے کہ امن کا جنگ سے
اور نرمی کا سختی سے پیدا ہونا محال ہے، یہ ناممکن ہے کہ جنگ سے صلح پیدا ہوسکے،

آج پھر قومون مین یہی پرانا منصوبہ تازہ ہو رہا ہے وہ یہ سمجھتی ہین کہ یہ جنگ آیندہ
جنگون کا خاتمہ کر دیگی، اور عسکریت کی یہ طاقت ہمیشہ کے لیے عسکریت کا زور توڑ دیگی،
اگر علاج بالمثل کے اس قابل تحقیر اصول مین کچھ بھی صداقت ہوتی تو مدت ہوئی دنیا سے
جنگ رخصت ہو چکی ہوتی، یہ لوگ اس وہم مین گرفتار ہین کہ ایک حربی فتح دنیا مین
صلح قائم کر دیگی، حالانکہ دنیا کی صلح وہ صلح نہین جسکے شرائط فاتح یا قوی ترین فریق مرتب
کرے، دنیا قدیم رومیون کے شرائط صلح کی پابندی نہین کر سکتی، دنیا کو جس شے کی ضرورت
ہے اور جس امر کا انتظار ہے وہ نوع انسانی کی صلح ہے، جسپر دستخط مفتوح اقوام کے نہین
بلکہ آزاد اقوام کے ثبت ہونگے، اور جسکے شرائط خود انسانیت کے ایماء سے تمام اقوام کو
مساویانہ املا کئے جائینگے،

دنیا مین قیام امن نہ تو فوجی طاقت سے ہوسکتا ہے، اور نہ فرقہ مصالحانہ[۱] کی کمزوریون سے
اس فرقہ کو روشن ترین توقعات کے باوجود جیسی ناکامی اسکی نصیب ہوئی، ہیشتر کبھی نہین
نصیب ہوئی تھی، سرکاری حیثیت سے تمام قومین بلکہ اُنکے حکمران تک یہی بول بولنے لگے،
اس پیام کی منادی خود زار تک نے کی تھی، اور اسی کے اپیل کے مطابق دوسری
سلطنتون نے اپنے ہان اس غرض کے لئے مجلسین منعقد کین، صلح و امن کے نام سے

۱؎ یورپ مین انیسوین صدی کے آخری زمانہ سے ایک فرقہ (Pacifism) کے نام سے
پیدا ہوا ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ دنیا مین امن و صلح کی منادی کرتا رہے،

ایک مندر تعمیر کیا گیا، مگر اسی تاریخ سے ان ہولناک محاربات کی بھی بنا پڑ گئی جنکی نظیر سے
تاریخ عالم خالی ہے،

یورپ کے تمام قانون سازون نے قوانین کی مدد سے بڑی بڑی عدالتین قائم
کر دی ہین کہ وہ فصل خصومات بجاے طاقت و قوت کے حق و استحقاق کی بنا پر کرین
اور جنگ تک کے آئین و ضوابط مقرر کر دیئے ہین تاکہ غلبہ و قوت کے وقت بھی حق کا
عنصر شامل رہے، بااین ہمہ شاید آج سے زیادہ قوت، حق پر کبھی غالب نہ آئی ہو،

تمام ممالک کے طبقۂ عمال (مزدوری پیشہ گروہ) نے جنگ کے خلاف اتحاد
کر لیا تھا، اُنھون نے ایک دوسرے سے حلف لیلیا تھا، کہ بصورت جنگ سب بغاوت
کر دینگے، انکی مرکزی بین الاقوامی مجلس گویا امن و صلح کی ایک قطعی ضمانت تھی، لیکن آج
وہی لوگ ایک دوسرے کے قتل مین مصروف ہین، اور جن زبانون پر کل تک مواخات
کی تعلیم تھی وہی آج مقابلہ مین مصروف رجز خوانی ہین!

تمام قومون نے جنگ سے محفوظ رہنے کے لئے کثرت سے معاہدہ و اتحاد نامہ
مرتب کئے تھے اور "قیام امن" کے لئے صلحنامون کی تعداد حد سے بڑھ چلی تھی، لیکن آج
جنگ کی خبیث رُوح ہر سمت سے مجتمع ہو کر خشک مقامات مین اپنا گھر پیدا کر رہی ہے
اور اپنے ہمراہ اپنے سے خبیث تر سات روحون کو اور لئے ہوے ہے، اسوقت چودہ
قومین ایک دوسرے کو ہلاک کرنے مین مشغول ہین،

فرقہ صلح جُو اس وہم مین مبتلا تھا کہ روز افزون اقتصادی مادّیت اور فوجی دمدمون
کی افراط، سب اُسکی تائید مین ہے، گویا خدایان تجارت کی خدائی مین آیندہ کے میدان
کارزار محض تجارتی منڈیان رہ جائینگی، آیندہ کے محاربات محض تجارتی مقابلہ و مسابقہ

ہونگے، اور آیندہ کے فتوحات محض افزائش پیداوار کے مرادف ہونگے، دنیا کی رہنمائی اسی دنیاے تجارت نے کی اور قعر ہلاکت کی جانب بھی رہبری اسی دنیاے تجارت نے کی، یہی اقتصادی جنگ اسوقت دو کرور جانین لے چکی ہے،[1] اور مال کا جتنا نقصان ہوا ہے وہ اندازہ سے باہر ہے،

پیداوار نے بالآخر خود اپنے پیدا کرنیوالون کو ہضم کرلیا،

پھر یہ بھی کہا جاتا تہا کہ جدید آلات ہلاکت و مہلک سامان حرب کی دہشت ایسی دلون مین جاگزین ہوجائیگی کہ لڑائی چھیڑنے کی کسی کو ہمت ہی نہو گی، لیکن اب تو تجربہ ہو گیا کہ پورے پچیس مہینون سے مالک دوزخ نے دنیا پر جہنم کے دروازے کھول دئیے ہین اور ہر طرح کے عذاب و عقوبت کی بارش ہورہی ہے مگر پھر بھی آگ کے شعلے بجاے ماند پڑنیکے اور تیز ہی ہوتے جاتے ہین،

آخر یورپ کے اس صلح جو فرقہ کی کوششون کی ناکامی کامل کا کوئی سبب ؟

بیشک اسکے اسباب ہین جنمین سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ یہ ایک محض یورپین فرقہ تہا ان اقوام کا، انکے مقننون اور مدبرون کا، انکے عمال اور انکے فرمان روائون کا منتہاے مقصود امن نہ تہا، امن کامل نہ تہا، بلکہ محض آپس کا امن، خود غرضانہ امن مقصود تہا اس قسم کی جہوٹی صلح کی کوششین ہمیشہ ناکام رہین گی،

ہیگ مین انکی عدالت صلح بیشک قائم تھی لیکن اس عدالت کا انصاف اُن شامت زدون کے لئے نہ تہا جنکے دور افتادہ ممالک پر دندان آز تیز ہو رہے تھے، اس محکمہ انصاف کے ضوابط مین ان غیر مسلح آبادیون پر فوجی تسلط قائم رکھنا ذرا بھی

[1] یہ تخمینہ سنہ ۱۶ء کا ہے،

حقوق اقوام اور احترام تمدن کے منافی نہ تہا، جنکا رنگ سفید نہو، یہ کُھلی ہوئی حق تلفیان ہوتی رہین اور کسی ایک سوشلسٹ[1] نے بھی بغاوت کا ارادہ تک نہ کیا، غرض صلح و امن کی ہر تدبیر مین یہ مقصد کبھی نظر سے نہ ہٹنے پایا کہ ہر سلطنت کی ہوس استعمار و شوق ملک گیری کے لئے نذر ہونیکو کوئی جدید علاقہ تیار رہے، فرقہ صلح جو نے کبھی اس جانب توجہ نہ کی، اسکے اپنے محدود دائرہ سے باہر توجہ کرنیکی کوئی وجہ ہی نہ تھی، وہ اس حقیقت کو فراموش کئے رہی کہ "جو شمشیر حملہ کررہی ہے کل اسپر بھی حملہ کیا جائیگا"

مستقل و ممکن امن صرف وہی ہے جو سب کو ایک دوسرے کے مقابلہ مین حاصل ہو، جبوقت تک دنیا مین ایک قوم بھی ہدف جنگ بنی ہوئی ہے، دوسرون کو امن و سکون سے رہنا ناممکن ہے، یورپ کی یہ تمنا تھی کہ خود یورپ مین صلح رہے، درآنحالیکہ یورپ ہی کی حکمت عملی دوسرے اقطاع ارض مین انسان کا خون بہاتی رہے، آیندہ صلحنامہ پر موجودہ متحاربین کا دستخط کردینا بالکل لاحاصل رہیگا، تاوقتیکہ اسپر دنیا کا باقی حصہ بھی دستخط کرے تاوقتیکہ آیندہ مجلس صلح مین عالم انسانی کی پوری نیابت نہو، امن کی بخشش صرف انسانیت کے ہاتھ مین ہے، انسانیت اسے اقوام کو عطا کرسکتی ہے، بشرطیکہ اقوام اسے اپنی مجلس کا صدر بنائین،

اگر صلح منظور رہے تو پہلے اپنے غلامون کو آزاد کرو کہ وہ تمہارے برابر بیٹھکر گفتگو کرسکین، ورنہ صلح کا نام نہ لو،

اس سے بڑھکر یہ کہ اپنے قلوب، اپنے نفوس کو آزاد کرو، جنگ و صلح کا اصلی مبداء و ماخذ خود تمہارا قلب ہے، اگر صلح کا وجود تمہارے قلب مین نہین تو فرقہ صلح جو کی تمام

[1] زنادقہ اشتراکیہ،

کوششین قطعاً لاحاصل ہین، جنگ پیدا ہوگی اور اپنے رو مین سب کو بہالے جائیگی،

نظامات، قوانین، محکمہ جات ثالثی، بین الاقوامی معاہدے، اقرار نامہ اور مجلسین مبادلۂ زر مین اضافہ، اقوام کے تعلقات باہمی مین افزائش، صلح کو ترقی دینے والے اسباب وحالات، ... سیل ہلاکت کی روک تھام کے لئے کتنے مضبوط بند قائم کردیئے گئے تھے، لیکن جب یہ سیلاب موج زن ہوا تو تمام بند توڑتا ہوا اپنے ہمراہ بہالیگیا بلکہ جتنے زیادہ یہ بند قائم کئے گئے تھے اتنا ہی رُک رُک کر سیلاب کے حجم مین اضافہ ہوتا رہا، اور اسیقدر زیادہ تندی وقوت کے ساتھ اسکا بہاؤ چلا، اگر فی الواقع اسکی روک تھام منظور تھی تو اسکے منبع کو خشک کرنا چاہیئے تھا، حالانکہ یہ تمام بندشین ظاہری وخارجی تھین، لوگون نے چاہا کہ خارجی ذرایع سے امن کو وجود مین لائین، حالانکہ یہ شے انکے بس کی نہین، امن کا مولد ومنبع قلب انسانی ہے، جنگ کا منبع بھی قلب انسانی ہے، انسان کی انسانیت سے بیگانگی، انسان مین دوسرون کے مساوی ہونیکا عدم احساس، انسان کا قلب ہی وہ سرچشمہ ہے جہان سے سیلاب خون نکل کر تمام کرۂ ارض پر جوش زن ہوتا ہے، اسی سرچشمہ کو خشک کردینے سے دنیا سے جنگ کا وجود رخصت ہوسکتا ہے، تاوقتیکہ انسان کے باطن مین، انسان کے نفس مین اصلاح نہوگی، تمام خارجی تدابیر، تمام بیرونی کوششین لاحاصل رہین گی، اور امن وصلح کے ظاہری قالب کے اندر جنگ وبدامنی کی رُوح حرکت کرتی رہیگی،

اب آنکھون سے پردہ ہٹ گئے ہین اور ساتھ ہی امیدون کا طلسم بھی ٹوٹ گیا ہے، قدیم حالات کو رضامند رکھنا امن کے لئے کافی نہ تھا، راضی نامہ کر لینا امن کے مرادف نہین، قدیم حالات کے فنا ہوجانیکے ساتھ فرقہ صلح جو کا بھی خاتمہ ہورہا ہے، لیکن اسکی یہ

ناکامی آیندہ کامیابیون کے لئے بھی دلیل راہ کا کام دے رہی ہے، حصول کامیابی کیلئے اس شمشیر بے پناہ کا وجود ضروری تھا، جو ہڈیون تک پیوست ہوجاتی ہے اچنانچہ جنگ اُسے تیار کررہی ہے، یہ شعلۂ شمشیر خود شمشیر قتال کو بھی خاکستر کرکے رہیگا،

وہ مقصد جسے بڑی بڑی سلطنتین اور بڑے بڑے مذاہب زمانہ ماضی مین پورا نہ کرسکے، جسکے انجام دینے مین زمانہ حال کا تمدن ناکام رہا، مگر جسکی تیاریان تمام گذشتہ صدیان کرتی آئی ہین، وہ ایک شے اور صرف ایک شے سے ابھی انجام کو پہنچ سکتا ہے آج حاصل ہوسکتا ہے، وہ شے کیا ہے، انسان مین انسانیت کا احساس جزو و کل کا شعور، اسوقت انسان کے قلب سے امن عالم کی پیدائش ہوگی،

(۲)

بیداریٔ رُوح

ایک آواز صدیون سے آرہی ہے، یہ آواز ضمیر کی گہرائیون سے پیدا ہوئی ہے سب نے اُسکو سُنا ہے، مگر اسپر کان ابتک کسی نے نہین دھرا ہے، اس آواز کو خاموش کردینا کسی کے بس کی بات نہین، یہ صدا سب سے اعلیٰ تر فرمان کی منادی کررہی ہے کہ "ہلاک نہ کرنا"

ایک دوسری صدا، صدائے خوف زمین سے بلند ہورہی ہے، آہ جنگ کے شدائد ومصائب! زبان انہین بیان کرنے سے قاصر ہے، اُف، وہ جرائم ومعاصی جنکا تعلق حقوق العباد سے ہے! کیا بشرۂ انسانی کے عقب مین کوئی اثر پوشیدہ ہے؟ ورنہ آخر اسقدر ترقی تمدن کے ساتھ اس بہیمیت کا اجتماع ممکن کیونکر ہے؟

یہ واقعات ممکن کیون ہین؟ محض اسلئے کہ دنیائے متمدن کے ہر شہر، ہر قصبہ ہر گاؤن

مین مدارس موجود ہین، جہان چھوٹے بچے پڑھنے کے لئے جمع ہوتے ہین، اور وہان استاد اہنین روزانہ یہ درس دیتا ہے کہ انسان کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ قومی اغراض کی پاسداری کرے، اور اگر قومی اغراض اسی کے مقتضی ہون تو اپنے ہمجنسون کا گلا کاٹنا اُسکے لئے کار ثواب ہوجاتا ہے، اور اسپر اپنے حاکم کی جو قتل کے لئے اُبھارتا ہے، تعمیل ارشاد زیادہ فرض ہے بمقابلہ اس فرمان ضمیر کے کہ "ہلاک نہ کرنا"

ہان اسی لئے کہ چونکہ ہر شخص کو بچپن ہی سے اسی قسم کی تعلیم ملتی ہے، ہر قوم مین ہر شخص اسکے لئے تیار ہوجاتا ہے کہ ایک روز قاتل بنے اور اپنے بھائی کے حق مین قصائی کا کام دے، اسکے بعد کوئی جرم اسکے لئے جرم نہین باقی رہجاتا اور نوازل و مصائب جنگ کی کوئی انتہا باقی نہین رہجاتی،

اور آخر ان نوازل و مصائب کو متعین حدود کے اندر محدود رہنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے خود ہی تو ایک جنگلی درندہ کو آزاد چھوڑ دیتے ہو اور پھر اس سے یہ توقع کرتے ہو کہ وہ انسانیت کے حدود مین رہیگا! اگر جنگ کا اس حد تک وحشیانہ و بہیمانہ ہوجانا تو بہت اچھا ہوا کہ بغیر اسکے انسان کے دل مین اسکی طرف سے نفرت ہی نہین پیدا ہوسکتی تھی، انسان کے دل مین ابتک قتل انسانی کی عزت تھی، لیکن جتنی چیزین اسکی نظر مین جنگ کو زیادہ وحشیانہ ثابت کررہی ہین وہ در اصل اس روز سعید کی آمد کو قریب لاتی جاتی ہین، جب قتل انسانی کے جواز کا امکان نہ باقی رہیگا اور قدیم جنون رخصت ہوچکا ہوگا،

قتل حرام ہے، ہر حالت اور ہر صورت مین حرام ہے، جب یہ قطعی فتویٰ صادر ہوجائیگا، اسوقت دنیا سے جنگ کا خاتمہ ہوگا،

جسوقت تک اس فتوی مین استثنا کی کوئی صورت باقی ہے، جسوقت تک یہ خیال قائم ہے کہ بڑی جماعت مرتب کرکے قتل کرنا جائز ہے، جسوقت تک یہ وہم موجود ہے کہ جماعت کا قتل افراد کے قتل سے مختلف بلکہ معزز ہے، اور جسوقت تک یہ اعتقاد باقی ہے کہ تنخواہ پانیوالون اور وردی پہننے والون کے لیے دوسرون کی جان لینے کو حکم جواز ہے اسوقت تک جنگ کا وجود بھی برقرار رہیگا اور جنگ بھی مع اپنی تمام شقاوتون کے،

جسوقت تک متمدن افراد کے نفوس مین زہریلی تعلیم کی پیدا کی ہوئی قاتلانہ عظمت کا احساس باقی ہے، اصول اخلاق اس بدترین بداخلاقی مین معین ہو رہے ہین، اساتذہ و معلمین اپنے تلامذہ کے دل و دماغ پر محاربات و معرکہ آرائیون کی عظمت و شوکت کے نقوش بٹھا رہے ہین، اس اُم الجرائم کو جرم و معصیت کی حیثیت سے نہین پیش کیا جاتا ہے اور قتل و خون ریزی کو بدترین معصیت کی شکل مین نہین پیش کیا جاتا جسوقت تک یہ صورت حال باقی ہے، اسوقت تک باہمی قتل و ہلاکت کی لعنت اپنی تمام شقاوتون اور بیدردیون کے ساتھ قومون پر مسلط رہیگی،

اس سے بھی بڑھکر ستم یہ ہے کہ مدارس مین زبانی اسباق کے علاوہ ان چیزون کی عملی تعلیم بھی دیجاتی ہے، سب سے پہلے تو اسکی مثال ہمارا قانون معاشری ہی پیش کرتا ہے جسوقت تک قانون، نفس بشری کی عظمت اور حیات انسانی کا احترام مجرمون تک مین نہ تسلیم کریگا، جسوقت تک تعزیرات کا نفاذ خود جرائم کی شکل مین ہوگا، جسوقت تک کسی خونی کے پوشیدہ جرم کے جواب مین دوسرا خون علانیہ اور بکمال بیدردی کیا جاتا رہیگا، اسوقت اس خون کی چھینٹین جو جلاد کی جنبش شمشیر نے بہایا ہے، بارش کے قطرات بنکر تمام عالم پر برستی رہینگی، اور خونی کو جو قتل کی سزا دیجاتی ہے اس سزا کی

سزا مین جنگ کا دیوتا لاکھون بیگناہون کی جان لیتا رہیگا،

یہ وہ پیام جنگ ہے جو انسانیت تمام اقوام کو دے رہی ہے !

وہ دن آنیوالا ہے جب ان سب چیزون کا خاتمہ ہوگا، اسلئے کہ "ہلاک نہ کرنا" کی صدا اب کسی غیر کی، کسی باہر والے کی صدا نہین رہی ہے، یہ صدا خلقت کے قلب سے بلند ہورہی ہے، انسانیت کا یہ پیغام اب نفوس مین زندہ ہورہا ہے، اور دنیا کو ایک نئی ہدایت کر رہا ہے، اسکی تعلیم ایک بلند تر فرض، فریضۂ انسانیت کی تعلیم ہے،

آج تک فرائض انسانی کا سب سے اونچا تخیل وطن پرستی کا تھا، لیکن اس وطن سے بھی بڑھکر، اس سے محبوب تر اور اس سے زیادہ غیر فانی، مگر اس سے زیادہ نامعلوم و لاوارث بھی وہ حقیقی مادرِ وطن ہے جسکے فرزندون کا شمار ڈیڑھ ارب ہے، مگر جسکے فرزندان رشید شاید معدودے چند ہی ہین کل سے انسان اپنی محبت و عقیدت کا سجدہ گاہ اسی کو بنایگا، اس حقیقی مادرِ وطن کا نام عالمِ انسانی ہے،

سیکڑون ہزارون برس مین انسان نے اتنا سیکھا کہ قوم و ملک کے حقوق خاندان کے حقوق سے افضل و برتر ہین، محبتِ وطن کا مرتبہ محبتِ خاندان سے بڑھا ہوا ہے اور وطن کی خدمت پر اپنی جان اور اپنے خاندان کو قربان کردینا چاہیئے، اب ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہیئے، اب اُسے یہ تعلیم حاصل کرنا چاہیئے کہ حقوق انسانیت، حقوق وطنیت سے بھی بالاتر ہین، اور محبتِ خلق کا مرتبہ محبتِ وطن سے کہین بڑھکر ہے" انسان کو اپنی جان بیشک قربان کرنا چاہیئے مگر اس شئے پر نہین کہ اسکے وطن کو کوئی بات حاصل ہو بلکہ اس شئے پر کہ عالمِ انسانی مین اسکے وطن کو کوئی مرتبہ حاصل ہو،

جون جون انسان کے دل مین اس وطنِ اعظم کا خیال راسخ ہوتا جائیگا، اسی مناسبت سے اسمین انسانیت کا درد و احساس بھی بڑھتا جائیگا،

انسان حقیقۃً صرف وہ ہے جسمین انسانیت کا احساس موجود ہے، جسکا قلب یہ آواز دیتا رہتا ہے کہ مین پہلے انسان ہون اور اُس کے بعد انگریز، جرمن، روسی یا جاپانی ہون، محب وطن ہونے سے پیشتر مین انسان ہون، میرا سب سے مقدم فرض انسانیت کا ہے، اُسکے بعد کسی ملک کے باشندہ ہونیکا"

قانون انسانی کی سب سے اہم دفعہ یہ ہے کہ ہر شئے پر انسانیت اور حیات بشری کا احترام مقدم ہے، اور انسان کے لئے سب سے بڑی شریعت یہی کہ "ہلاک نہ کرنا"

اپنے ملک کے لئے جان دیدینا بمقابلہ اپنے خاندان کے لئے زندہ رہنے کے بیشک ایک بڑی بات ہے، لیکن ملک کے لئے اپنی جان دینے سے بھی بڑھکر یہ بات ہے کہ کسی دوسرے کی جان نہ لیجائے کسی حالت مین اور کسی موقع پر بھی،

اسی جنگ کے دوران مین ایسے اشخاص نکلے ہین جو اس معیار انسانیت پر پورے اُترے ہین، انھون نے اپنی جان دینا قبول کیا، لیکن دوسرے کی جان لینا گوارا نہ کیا، وہ پاکیزہ قلب اور غیر آلودہ خون ہاتھون کے ساتھ دنیا سے اُٹھ گئے،

وہ انسانیت کی رُوح مین شامل ہوگئے ہین اور اسی کے ساتھ ابد الاباد تک زندہ رہین گے،

انسانیت ایک زندہ وجود ہے، وہ نابینا ہین جو اسے محض ایک لفظ سمجھتے ہین، افراد و اقوام کی طرح وہ ایک حقیقی وجود رکھتی ہے، اور اپنے وجود کا احساس رکھتی ہے خواہ اقوام و افراد اسکے وجود سے بیخبر ہون، سب کی اصلی مان وہی ہے جو اپنے بطن سے سب کو پیدا

کرتی ہے، اپنے آغوش مین سب کی پرورش کرتی ہے، اور جسکے اوپر سب کی زندگی کا انحصار ہے یہ اسی کی قوت ہے جو اقوام مین زندگی قائم کئے ہوئے ہے، یہ اسیکا خون ہے جو سب کی رگون مین دوڑ رہا ہے،

یہ زندہ ہستی ایک زندہ جسم بھی رکھتی ہے، اور مختلف اقوام اسکے مختلف اعضا ہین، جو بہ تعلقات ایک دوسرے سے بالکل پیوستہ ہین، اسکا قلب زندہ ہے، مگر اسوقت افراد کے قلوب مین سو رہا ہے، اِسلئے کہ ابھی ان مین عام محبت کا جذبہ نہین پیدا ہوا ہے،

وقت آگیا ہے کہ اس زندہ جسم کا ایک غور و فکر کرنیوالا دماغ بھی پیدا کیا جائے، اور اسکے لئے ضرورت ہے کہ ہر قوم کے وہ افراد یکجا ہون جو گویا انسانیت کے دماغ سے سوچتے رہتے ہین، آیندہ اقوام کی رہنمائی و سرداری انہین کے ہاتھ مین ہوگی،

جب شہرون کی طاقتون نے مجتمع ہوکر اقوام موجودہ کی تخلیق کردی، اور ان سے عجائب و غرائب کا ظہور ہونے لگا تو جسوقت سارے عالمِ انسانی کی قوتین یکجا و متحد ہوجائنگی، اسوقت معلوم نہین کن کن معجزات کا ظہور ہونے لگیگا، اسوقت جبکہ انسانیت مین تنظیم پیدا ہوچکی ہوگی، جبکہ انسانیت خود اپنی قسمت کی مالک ہوچکی ہوگی جبکہ وہ اپنی موجودہ ادنیٰ زندگی کی بندشون سے آزاد ہوچکی ہوگی، اسوقت وہ "انسان جدید" کو پیدا کریگی جسکی آمد کا فطرت کو انتظار ہے، اُسوقت موجودہ پُرارمان خوابون کی تعبیر نکلیگی،

اے دیوانہ انسان! تو آج اپنا گوشت اپنے ہاتھون نوچ رہا ہے، اپنے ہاتھون اپنی قبر کھود رہا ہے، وقت آگیا ہے کہ تیرے امراض کو شفا ہوجائے اور تیرا شعور و احساس بیدار ہوجائے،

اے اقوام! تم آج اس سے بیخبر ہو کہ ایک ہی جسم کے مختلف اعضا ہو، تم آج

ایک دوسرے کی خون ریزی مین مصروف ہو، وقت آگیا ہے کہ تمہین اس باہمی مقاتلہ سے نجات ملے، اور تم مین یہ احساس پیدا ہوجائے، کہ تم سب ایک روح ایک قالب ہو، اپنے مین انسانیت کا احساس بیدار کرو،

اور اے روح ربانی تو اسوقت افراد و اقوام سب کے نفوس مین حالتِ خواب مین ہے، تیری بیداری کا وقت آگیا، اب بیدار ہو، بیدار ہو!

اخبار علمیہ

مسٹر سموئیل ہوفمین، جو امریکہ کے محکمہ جنگ کے شعبہ سائنس مین مدت تک کام کرچکے ہین رسالہ سائنٹفک امریکن مین اپنی ایک جدید اختراع کا ذکر کرتے ہین، اس آلہ کی مدد سے تاریکی کامل مین بھی اشیاء کو دیکھا جاسکیگا، اس آلہ مین حرارت کی شعاعون کا اخراج ہوتا رہتا ہے اور انکے ذریعہ سے شب تار مین طیارہ، بحری چٹان وغیرہ سب نظر آنے لگین گے،

کیا دنیا مین آج تک کوئی شخص ایک سنکھ (۱۰۰ پدم) کا شمار کرسکا ہے؟ ایک انگریزی اخبار اس سوال کے جواب مین لکھتا ہے کہ ایسا ہونا قطعاً ناممکن ہے، اسلئے کہ اگر ہم نہایت تیزی کے ساتھ فی منٹ دوسو کی شرح رفتار سے شمار کرسکین اور بفرض محال شب و روز ہمہ وقت گنتی مین مصروف رہین تو بھی اسکے گننے کے لئے ۹۵۱۲ سال ۵ گھنٹہ ۲۰ منٹ کی مدت چاہیئے!

چند ماہ ہوے امریکہ کی ایک جھیل مین ایک عظیم الشان "شہاب ثاقب" آکر گرا، جسکے گرتے وقت اس زور کا دھماکا ہوا کہ دور دور تک مکانات مین زلزلہ پڑگیا، اور یہ شور دیر تک قائم رہا، اسکے علاوہ روشنی اسقدر تیز ہوئی کہ کوئی پچاس میل کا رقبہ ایک عالم نور بنگیا اور لوگ مارے دہشت کے اپنے اپنے گھر چھوڑکر بھاگ گئے، ایک شخص جو بحری ستارہ نور پر متعین تھا اس نے اس منظر کو بچشم خود دیکھا تھا، وہ لکھتا ہے کہ

"مجھے جنوب کی جانب کوئی پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک آتشین گولا جھیل مین گرتا ہوا دکھائی دیا، نہایت تیز رفتاری کے ساتھ وہ سائین سائین کرتا ہوا فضا کو طے کررہا تھا، جسوقت وہ سطح آب سے آکر ملا، ایک زبردست شعلہ اور بہت زور کا شور بلند ہوا"

"شہاب ثاقب" کی تاریخ کے سلسلہ مین سائنس کو جس سب سے بڑے وجود کا علم ہے وہ "ٹوٹا ہوا ستارہ" ہے جو چند سال ہوے کمانڈر پیری کو گرین لینڈ مین دستیاب ہوا تھا، اسکی جسامت اسقدر مہیب تھی کہ کمانڈر موصوف کسی طرح اُسے اپنے ہمراہ نہ لاسکا، بلکہ دوبارہ تیار ہوکر اسے لانے کے لئے ایک اور مستقل سفر کرنا پڑا، اسکا طول ۱۰ فٹ، عرض ۵ فٹ اور بلندی ۶ فٹ ۹ انچ تھی، اور اسکی ساخت لوہے کی تھی، روایت ہے کہ ایک اس سے بدرجہا زاید عظیم الشان ٹوٹے ہوے تارے کے آثار دنیا مین موجود ہین، جسکا قطر ۵۰۰ فٹ کا تھا اور جسکے زمین پر گرنے سے ایک سخت خطرناک شگاف واقع ہوگیا تھا، مگر علماء سائنس اسکا کوئی قطعی ثبوت نہین رکھتے، سنہ ۱۸۹۲ء مین ہنگری کے ملک مین ایک اسی قسم کا تارہ مشاہدہ مین آیا تھا جسکے بہت بڑی دم تھی، جو مثل بادل کے نظر آتی تھی، اور جسکے کم از کم ایک ہزار ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر گرے تھے، جنمین سے ایک بڑے ٹکڑے کا وزن ایک من ۲۵ سیر تھا، اسی طرح سنہ ۱۸۶۰، سنہ ۱۸۷۵، سنہ ۱۸۷۷ء مین یورپ کے مختلف ممالک مین بڑے بڑے تارے، سخت مہیب دہولناک دھماکون کے ساتھ گرے ہین، امریکہ کی ورجینا یونیورسٹی مین ایک مستقل انجمن انہین کواکب کے متعلق تحقیقات کے لئے قائم ہے،

پروفیسر پیٹری، اے، آر، ایس نے جو آثار مصر کی تحقیقات مین خاص امتیاز و شہرت حاصل کرچکے ہین، حال مین اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ آج سے دو لاکھ برس کے

عرصہ مین سطح ارض سے زندہ مخلوقات کا وجود قطعاً فنا ہو جائیگا، البتہ یہ ممکن ہے کہ عمق سمندر مین بعض ادنیٰ مخلوقات کی زندگی چند لاکھ سال تک اور قائم رہجاے، دیگر علمار سائنس کو ہنوز اس راے کے تسلیم کرنے مین تامل ہے،

امریکہ کے ایک گھڑی ساز ولیم بلینفورڈ نے پورے چالیس سال کی محنت کے بعد ایک گھڑی تیار کی ہے جو تمام دنیا مین اپنا جواب نہین رکھتی، بلینفورڈ علم ہیئت کا ماہر تھا، اور اس نے اپنی بڑی گھڑی (کلارک) کو ایک نادر دائمی جنتری بنا دیا ہے، دس ہزار سال تک ہر سال، ماہ، و یوم کا پورا پورا حساب اس گھڑی سے ظاہر ہوتا رہیگا، دنیا کے سو سے زاید مشہور شہرون کا طول البلد، اور ہر مقام کا ٹھیک وقت بھی یہ گھڑی بتلاتی ہے، ماہتاب کی حرکت، اسکا طلوع و غروب، آفتاب کی گردش بروجی، موسمون کا تغیر و تبدل یہ سب کچھ اس گھڑی سے معلوم ہوتا رہتا ہے،

ڈاکٹر ہرڈمین نے برٹش ایسوسی ایشن کے خطبۂ صدارت مین بیان کیا کہ سمندر کی سب سے بڑی گہرائیان قریب چھ میل کے ہین، اور یہ سطح ارض کے بلند ترین پہاڑون کی بلندیون سے کچھ ہی زاید ہے، نیز یہ کہ اگر روے زمین پر دفعۃً سیلاب آجاے اور کل زمین غرق ہو جاے تو موجودہ سطح ارض کے اوپر دو دو میل گہرا سمندر روان ہو جائیگا،

ڈاکٹر کورٹنے ویکس، جو دوران جنگ مین بحیثیت سرجن کے طویل تجربہ حاصل کر چکے ہین، لکھتے ہین کہ وہ نومبر ۱۵ء مین مالٹا مین متعین تھے، اور اسوقت ہزارہا سپاہی

عارضۂ برف زدگی مین مبتلا ہو کر وہان آرہے تھے، یہ مرض دفعۃً پیر سے شروع ہو کر سارے جسم تک پھیل جاتا تھا، اسوقت یہ امر تجربہ مین آیا کہ جو سپاہی شراب سے محترز تھے، اُن پر اس مرض کا حملہ بہت خفیف ہوا، بخلاف اسکے جو مریض تھوڑی مقدار مین بھی شراب نوشی کے عادی تھے اُنہین فوراً زہرباد شروع ہو جاتا تھا، اور انکی صحت بہت دشوار ہو جاتی تھی، الکحل کی خفیف مقدار کا بھی جسم مین ہونا مریض کو مدافعت مرض کے ناقابل بنا دیتا تھا،

پروفیسر اڈنگٹن نے جو برٹش ایسوسی ایشن کے شعبۂ طبعیات کے صدر تھے اپنے خطبۂ صدارت مین بیان کیا کہ اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ آفتاب اور ستارے اپنے اندر سے برابر اخراج حرارت کرتے رہتے ہین، لیکن اس واقعہ کے اس عملی پہلو پر کوئی غور نہین کرتا کہ آخر اس ذخیرۂ حرارت کا منبع کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ہر ستارہ کے پاس اس قوت کا ذخیرہ عظیم الشان ہونا چاہیئے، یہ ذخیرہ سالمات کی اندرونی قوت (انرجی) مین شامل رہتا ہے، جسکا وجود ہر ذرۂ مادی مین ہے، آفتاب مین یہ ذخیرۂ حرارت اسقدر مقدار مین موجود ہے کہ پندرہ پدم سال تک کافی ہو سکتا ہے، اور اب ماہرین طبعیات کے زیر غور و تحقیق یہ مسئلہ ہے، کہ اس ذخیرہ کو کیونکر انسانی طاقت کے مطیع و محکوم بنایا جاے، کیونڈش لیبوریٹری کے ڈاکٹر سر ارنسٹ رورفورڈ مدت سے اسکے متعلق تجربات کر رہے ہین، اور امید قوی ہے کہ عنقریب انکی کوششین بارآور ہون،

شیرخوار بچون اور بالغون کے مختلف اعضا جسم کی ضخامت و طول مین جو نسبت

مدائج ہوتی ہے وہ ایک مستند ڈاکٹر کی تحقیقات کے بموجب حسب ذیل ہے:-

	بچہ	بالغ
سر	۱	۲
دھڑ	۱	۳
ہاتھ	۱	۴
ٹانگین	۱	۵

بچون مین بمقابلہ بالغون کے دوران خون کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے، اور جون جون سن مین اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہ رفتار دھیمی پڑتی جاتی ہے، چنانچہ ضربات نبض کی تعداد فی منٹ مختلف عمرون مین حسب ذیل ہوتی ہے،

۶ ماہ سے ایک سال کی عمر تک	۱۰۵ تا ۱۱۵
۲ سال سے ۷ سال تک	۹۰ تا ۱۰۵
۱۱ سال سے ۱۴ سال تک	۷۵ تا ۸۵

غذا کا اصل مقصد بدل ما یتحلل ہے، یعنی جسم کے ذرات جو ہر وقت تحلیل ہوتے رہتے ہین انکی تلافی غذا کے ذریعہ سے ہوتی رہے، بچون کا نشو و نما چونکہ ہر لحظہ و ہر آن ہوتا رہتا ہے اسلئے انکی غذا مین ان اجزا کی تعداد زیادہ ہونا چاہیئے جن سے عضلات جسم کی ترکیب اور قوت (انرجی) کی تولید ہوتی رہتی ہے، ان غذاؤن کو اصطلاح طب مین اغذیہ بیضیہ، (بروٹیڈس) اغذیہ معدنی (میزلس) اور اغذیہ مدہنہ (کاربو ہائیڈریٹس) کہتے ہین جن مین

اضافہ کے ساتھ اجزاء مدہنہ (دودھ، روغن وغیرہ) کی ضرورت کم ہوتی جاتی ہے، اور اجزاء نشاستیہ (اِساروح) مثلاً شکر، غلہ وغیرہ کی احتیاج بڑھتی جاتی ہے،

ماہرین طب جدید نے انسانی دانتون کی تین قسمین کی ہین، قواطع، یہ دانت منہ کے وسط مین ہوتے ہین، ان کا کام غذا کو کاٹنا اور کھترنا ہوتا ہے، روٹی، بسکٹ، اور بعض پھل انہین کے مدد سے کھائے جاتے ہین، انیاب، انکی شکل مثل شیر اور کتے کے دانتون کے نکیلی ہوتی ہے، ان کا کام ریشہ دار چیزون کو چیرنا، پھاڑنا اور نوچنا ہوتا ہے، گوشت اور بعض پھل انہین کے ذریعہ سے کھائے جاسکتے ہین، اخراس یا ڈاڑھین، ان کا کام غذا کو چبانا اور پیس پیسکر ریزہ ریزہ کردینا ہوتا ہے، بچون مین کل دانتون کی تعداد بیس ہوتی ہے اور بالغون مین بتیس،

بچپن کے عارضی دانت جنہین دودھ کے دانت کہتے ہین حسب ذیل ترتیب کے ساتھ نکلتے ہین:-

قواطع (زیرین)	Incisors	۶ ماہ سے ۸ تک
قواطع (بالائی)		۸ ″ ۱۲ ″
اخراس (اولیہ)	Molars	۱۲ ″ ۱۵ ″
اخراس (ثانویہ)		۲۴ ″ ۳۰ ″
انیاب -	(Canines)	۱۸ ″ ۲۴ ″

ان عارضی دانتون کے گرجانے کے بعد مستقل دانت یا اناج کے دانت ترتیب ذیل کے ساتھ نکلتے ہین :-

قواطع،	۷ سال سے ۸ تک
انیاب	۱۰ " ۱۳ "
اخراس (اولیہ)	۶ " ۷ "
" (ثانویہ)	۱۲ " ۱۴ "
" (ثالثہ) (اسی کو "عقل داڑھ" کہا جاتا ہے)	۱۸ " ۲۵ "

بچون کا معدہ چھوٹا ہوتا ہے، اور بالغون کے معدہ کی طرح کام نہین دیسکتا، اسی لئے ایسی غذائین جنکے ہضم کا انحصار معدہ ہی پر ہوتا ہے، بچون کو مشکل سے ہضم ہوتی ہین، بخلاف اسکے انکا جگر بڑا ہوتا ہے، اسلئے جن غذاؤن کا جگر سے ہضم متعلق ہے، اُنہین بہ آسانی ہضم ہوجاتی ہین، بچون کی انتڑیان بھی بڑی ہوتی ہین مگر انکی جلد نازک و کمزور ہوتی ہین، اسلئے نفاخ غذائین اُنہین بہت جلد نقصان کرجاتی ہین، بعض غذاؤن کے ہضم مین لعاب دہن خاص طور پر معین ہوتا ہے، اور چونکہ بچون مین اسکی تولید کافی مقدار مین نہین ہوتی، اسلئے آلو، شکرقند، گیہون و دیگر اقسام غلہ بچون کے موافق نہین آتے،

انٹرنیشنل کانگرس آف فلاسفی کا جلسہ، جسکے انعقاد کا اعلان عرصہ ہوا معارف مین ہوچکا تھا، آخر ہفتہ ستمبر مین بمقام آکسفرڈ منعقد ہوا، مشہور و معروف فرنچ فلسفی برگسن صدر نشین تھے، جمعہ کے روز اسکے فاضلانہ خطبۂ صدارت کے لئے مخصوص تھا،

ہفتہ کے روز انسٹین کے جدید نظریہ پر بحث رہی، جسمین پروفیسر ایڈنگٹن، ڈاکٹر براڈ، پروفیسر لینڈمین وغیرہ نے حصہ لیا، اسی روز سہ پہر کے اجلاس مین "زبان و خیال" کے باہمی تعلقات پر سرگرم مباحثہ رہا، یکشنبہ کو بشپ آف رپن کا وعظ رہا جسکا ماحصل یہ تھا کہ اصل مسئلہ عبد و معبود کے باہمی تعلق کا ہے، اور اسکے سامنے سب مسایل ہیچ ہین، سہ پہر کے اجلاس مین ڈاکٹر ولڈن کار، مسٹر بالفور، وغیرہ کے زیر بحث مذہب و اخلاق کے تعلقات رہے، اسی روز شب کو بھی اجلاس ہوا اور اُسمین فنون لطیفہ کی نفسیت پر بحث رہی، دوشنبہ کے اجلاس کی صدارت مسٹر بالفور نے کی اور اس روز مسئلہ قومیت پر ایک معرکۃ الآرا مباحثہ رہا، جسمین انگلستان، فرانس، واٹلی کے متعدد حکماء و علماء نے شرکت کی،

باب التقریظ والانتقاد

روحِ ادب

مصنفہ منشی شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی

(از عبدالماجد بی، اے)

اردو کے ذخیرۂ ادب مین ادنیٰ و مبتذل قسم کے مطبوعات کا جس رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے، اسکے لحاظ سے اگر اتفاق سے کبھی کوئی اچھی کتاب نکل آتی ہے تو خاص طور پر مسرت ہوتی ہے، جوش صاحب کی تصنیف روح ادب کا شمار بھی اسی آخر الذکر قسم کے لٹریچر مین ہے اور اسلئے وہ عالم وجود مین آنے پر بہی خواہان اردو کی طرف سے ایک پر جوش خیر مقدم کی مستحق ہے،

مصنف کا نام اردو خوان پبلک کے لئے بالکل نیا نہین، انکی نظمین متعدد اخبارات و رسائل مین شایع ہو چکی ہین، اور ملک ان سے کافی حد تک روشناس ہو چکا ہے، روح ادب انکے افادات قلم کے مجموعہ کا نام ہے، جو نثر و نظم کے مختلف حصون پر منقسم ہے، اور کتاب کی ظاہری زیب و زینت مین متعدد رنگین تصاویر سے بھی افزائش کیگئی ہے،

آغاز کتاب مین چند دیباچے شامل کئے گئے ہین، اور نوجوان مصنف کے فخر و امتیاز کے لئے یہ امر کافی ہے کہ ان مین سے ایک دیباچہ حضرت اکبر مدظلہ کے قلم کا ہے، جو شاید مصنف کے نام کوئی خط تھا، ایک دیباچہ کے خاتمہ پر "شرر لکھنوی" درج ہے، جس سے ذہن قدرتہً مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مشہور مصنف و ناول نگار کی جانب منتقل ہوتا ہے،

لیکن یہ بالکل قطعی ہے کہ اس دیباچہ کی عبارت انکی عبارت نہین، یہ کوئی دوسرے شرر ہونگے، ایڈیٹر دلگداز کی شہرت و مقبولیت نے لکھنؤ مین متعدد "شرر" پیدا کردئے ہین، بہرحال ان دیباچہ نگار صاحب کے نام کی تصریح مصنف پر فرض تھی،

اردو مین اسوقت شاعرون کی کمی نہین، انکی پوری تعداد مشکل ہی سے شمار مین آسکتی ہے لیکن ان مین سے چند ہی ایسے نکلین گے جو فی الواقع شاعر کے لقب کے مستحق ہین، جوش صاحب انہین چند مستثنیات مین سے ہین، اور اپنے ہم سن شاعرون مین تو یقیناً وہ اپنا نظیر نہین رکھتے، وہ رسماً شعر نہین کہتے بلکہ فطری شاعر ہین، ندرت تشبیہات و استعارات بلند خیالی، معنی آفرینی، اور درد و گداز انکے کلام کے اوصاف مخصوص ہین، انکی شاعری جذبات کی شاعری ہوتی ہے، "زلف و کاکل" "سرمہ اور پان" "آنچل اور دوپٹہ" کی تلمیحات سے شاید ان کا دماغ ناآشنا ہے، انکے کلام کی نوعیت کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوگا:-

بیہوشیون نے اور خبردار کر دیا
سوئی جو عقل، روح کو بیدار کر دیا

فطرت نے شام ہوتے ہی دریا کو روک کر
آئینۂ ثوابت و سیار کر دیا

جمعیتون نے بڑھکے پریشان بنا دیا
گلشن کو رفتہ رفتہ بیابان بنا دیا

آتا ہو گا راس کسی کو نہ آئے عشق
ہمکو تو تیرے درد نے انسان بنا دیا

دنیا بہت وسیع تھی، لیکن میرے لئے
آزادی خیال نے زندان بنا دیا

فنائے حرص بیجا ہی فدائے زر پرستی ہے
ہوس، اتجہپہ سر سے پاون تک دنیا برستی ہے

فنا ہو جا، جہلک اٹھیگا سینہ شمع عرفان سے
ابھی تو دل کے آئینہ پہ غافل داغ ہستی ہے

یہ آخری شعر بلحاظ بلندی معنی اس پایہ کا ہے کہ اگر کلیات اکبر مین درج پایا جاتا تو حیرت ہنوتی، چند اور شعر ملاحظہ ہون:-

جب تم آئے ہو سامنے تو کوئی
اپنی ہستی کو بہول جاتا ہے

قلب کو دے تو دے خوشی آرام
روح کو درد ہی جگاتا ہے

دل کے آئینہ مین مرے کوئی
زلفین بیٹھا ہوا بناتا ہے

کچھ سوچ کے ہر ایک طلبگار فنا ہے
کیا رمز مرے بعد زمانہ پر کھلا ہے

جس آنکھ کے پردہ مین جھلکتے ہین آنسو
در اصل وہ سر چشمۂ انوار خدا ہے

جاتا ہون سوے دوست تمنا لئے ہوئے
رگ رگ مین اک خلوص کی دنیا لئے ہوئے

پھر بارگاہِ عشق مین پہنچا ہون سر بکف
زخمون سے پاش پاش کلیجہ لئے ہوئے

پھر جلوہ گاہ ناز کی جانب بڑھا ہون مین
اشکون کا چشم شوق مین دریا لئے ہوئے

پھر خلوت خیال مین بیٹھا ہوا ہے وہ
عارض مین شمع طور کا شعلہ لئے ہوئے

سر کرنے پھر چلا ہون مہم حسن و عشق کی
ہر سانس مین شکست کی دنیا لئے ہوئے

ایک اور غزل خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظہ ہے، جسکے چند شعر یہ ہین:-

چشم جو اس بندہ ہی مست ہون سوز و ساز سے
ملنے چلا ہون اسطرح حسن جنون نواز سے

کہتی ہے آسمان سے ہان دیکھ یہ سر فرازیان
اٹھکے جبین بندگی خاک رہ نیاز سے

پھیر دے حسن جانستان میری نگاہ مین پھیر دے
رنگِ طلسم دہر سے عشوہ حرص و آز سے

سلک حسن و عشق مین رکھتی ہین ربط باطنی
میری نیازمندیان تیرے غرور و ناز سے

نغمۂ ہوش تھم گیا، مطرب عقل رو دیا
حسن تڑپ کے رہ گیا میرے جنون کے ساز سے

اس طویل غزل کا تقریباً ہر شعر اسیقدر بلند پایہ ہے،

اقتباسات بالا حصۂ غزلیات کے تھے، لیکن مصنف کا اصلی کارنامہ غزلیات نہین، بلکہ قطعات، رباعیات، اور دوسری نظمین ہین، جنمین یا کسی منظر طبعی (مثلاً طلوع سحر) کی مصوری کیگئی ہے، یا اخلاق و موعظت، تصوف و عرفان کے مسائل کی تعلیم نہایت دلکش پیرایہ مین دیگئی ہے، مصنف کا اصلی جوہر کمال اسی میدان مین آکر کہلتا ہے، دنیا مین ابتک جتنے الہامی شاعر ہوئے ہین، سب اپنا اپنا ایک مستقل "پیام" لیکر دنیا مین اسکی تبلیغ کیلئے آے تھے، حافظ، عمر خیام، غالب، ٹیگور، اکبر، وغیرہ کل پیمبران سخن اپنے اپنے "پیام" (فلسفۂ حیات) کو دنیا کے کانون تک پہنچا چکے ہین، جوش کے الہامی شاعر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ محض واقعات خارجی کو وزن، قافیہ کی پابندیون کے ساتھ ادا نہین کر دیتے، بلکہ اپنے ایک مستقل "پیام" کی تبلیغ کرنا چاہتے ہین، وہ پیام کیا ہے؟ اسے خود پیامبر کی زبان سے سننا چاہیئے، صفحہ ۴۳ سے صفحہ ۷۰ تک ایک طویل نظم درج ہے، جسکا عنوان "خیالات زرین" ہے، اسمین اُس پیام کو تصریح سے ادا کیا ہے، ذیل مین اسکے جستہ جستہ مقامات درج کئے جاتے ہین:-

تو راز فراغت کیا جانے محدود تری آگاہی ہے
اپنے کو پریشان حال سمجھنا، عقل کی یہ کوتاہی ہے

دولت کیا اک روگ ہی دل کا حرص نہین گمراہی ہے
دنیا سے بے پروا رہنا سب سے بڑی یہ شاہی ہے

اس قول کو میرے مانیگا جو صاحبدل ہو دانا ہے
کہتے ہین جسے شاہنشاہی حاجت کا روا ہو جانا ہے

دولت کا نتیجہ کلفت ہی، سامان مارت دولت ہے
جس دل مین ہوس کی کثرت ہی دور اس سے حقیقی راحت ہے

ارمان بہت مین کم کر دے، مستی یہ نہین اک غفلت ہے
آغاز سراپا دہوکا ہی انجام سراسر عبرت ہے،

تاریخ اٹھا بتلائیگی وہ دنیا مین خوشی کا نام نہین — جس دل پہ ہوس کا سکہ ہو اس دل کیلئے آرام نہین

اللہ کی رحمت عام ہی سب پر شاہ ہوا ہمین یا ہو گدا — یہ چاند، یہ سورج، یہ تارے، یہ نغمۂ بلبل یہ دریا

دونون کے لئے یہ تحفہ ہین، کچھ اگر ہے تو اتنا — ان جلوؤن سے لذت پاتا ہی آزاد کا دل منعم سے سوا

شاہون کے سرون مین تاج گران سے درد سا اکثر رہتا ہے — جو اہل صفا ہین انکے دل مین نور کا چشمہ بہتا ہے

اسباب تمول زنجیرین، ایوان حکومت زندان ہے — دلچسپ جسے تو سمجھا ہی وحشت کا وہ ساز و سامان ہے

سکون کی چمک پر مرتا ہی دولت کیلئے سرگردان ہے — تو راز فنا معلوم تو کر دنیا کے لئے کیون حیران ہے

اس شئے سے تعلق ہی کیسا، جو چیز کہ جانیوالی ہے — سامان تعیش جمع کئے جا، موت بھی آنیوالی ہے

شاہون کی عمارت جسمانی، قانع کی حکومت روحانی — ظاہر کی مسرت سلطان کو، آزاد کو لذت وجدانی

دنیا کے تماشے عبرت زا، عقبیٰ کے مناظر لاثانی — مرنے مین حقیقی آزادی، جینے مین سراسر حیرانی

بندے جو ذرا بھی عقل ہو تجھہ مین، نام جہان مین کر جانا — اللہ اگر توفیق تجھے دے موت سے پہلے مر جانا

"دنیا" "طوفان بے ثباتی" وغیرہ متعدد منظومات کے ساز دن سے یہی نغمہ پیدا ہو رہا ہے اور جو کان اس نغمہ سے از خود لطف نہین اٹھا سکتے، انکے لئے کسی بیرونی شخص کی سعی توضیح و تشریح بھی لاحاصل ہے،

جوش صاحب نظم ہی کے شاعر نہین بلکہ نثر کی شاعری پر بھی یکسان قادر ہین، روح ادب کا ایک ثلث حصہ انکے کلام نثر پر مشتمل ہے، دعا، صداقت، رحمت، امید، محبت وغیرہ مختلف عنوانات پر انکے مختصر مضامین ہین جنمین سے کوئی بھی چند سطرون سے زاید طویل نہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسقدر یہ مضامین مختصر ہین، اسی نسبت سے بلحاظ معنویت بلند ہین، اور لطایف ادب کی روح انکے لفظ لفظ سے جھلکتی ہے، ایک مضمون جسکا عنوان "منزل رسی" مناسب ہو سکتا ہے ہم یہان نقل کرتے ہین، اس سے ان مضامین کے

عام انداز تحریر و نوعیت کا اندازہ ہو سکیگا:-

"مین نے ایک سڑک دیکھی نہایت دلفریب، جسکے دونون طرف سایہ دار اور شاداب درخت جھوم رہے تھے، میرا دل خوش ہوا اور مین نے خیال کیا کہ شاید یہی تیرے مکان کا راستہ ہے"

میرے دل مین خوشی کا جوش پیدا ہوا، اور ادھر روانہ ہو گیا، مین برابر چلتا رہا اور راستہ اسقدر دلفریب تھا کہ ہر قدم پر جی چاہتا تھا کہ یہین ٹھہر جایئے،

راہ طے ہوتی جاتی تھی اور میرے دل مین خوشی بڑھتی جاتی تھی، مین مسرور تھا کہ اب مجھے تیرا نشان ملجائیگا،

ناگاہ دور سے چند علامات ایسے نظر آے کہ مین سمجھ گیا کہ اب راستہ قریب الختم ہے، میری رفتار کو ان علامات نے اور بھی تیز کر دیا اور میرا اشتیاق مجھے تڑپانے لگا اور آخر کار مین راستہ کی انتہا تک پہنچ گیا،

انتہا تک پہنچتے ہی میرے منہ سے بیساختہ ایک چیخ نکلی، اور مین سر پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا، میرا تمام جسم کانپ رہا تھا . . . . اسلئے کہ میرے سامنے ایک نہایت عمیق غار تھا، جسمین مردون کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے، اور بھیانک درندے ان ہڈیون کو توڑ رہے تھے اور تعفن اس غار سے اٹھ رہی تھی،

قریب تھا کہ مجھپر غشی طاری ہو جائی کہ ایک آواز میرے کان مین آئی، کہنے والا کہہ رہا تھا، افسوس، اے مسافر افسوس، تو نے راستہ کو خنک اور خوشگوار دیکھکر یہ سمجھ لیا تھا کہ ہمارے مکان کا راستہ یہی ہے، اتنی سی بات بھی تیری عقل مین نہ آئی کہ ہمارے شہر کا راستہ تو خوفناک گھاٹیون اور طوفانی سمندرون کے اندر سے ہو کر گذرتا ہے۔" (صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

یہانتک کتاب کے روشن و خوشگوار پہلو کا ذکر تھا، لیکن حق پوشی ہوگی اگر مصنف کی

توجہ ان امور پر مبذول نہ کرائی جائے جو خصوصیت کے ساتھ محتاج اصلاح ہین، سفید چاندنی پر معمولی دھبہ بھی سخت بدنما معلوم ہوتے ہین، اچھے مصنف کی معمولی کمزوریان بھی سخت تکلیف دہ ہوتی ہین،

(۱) کتاب متعدد ابواب مین تقسیم کیگئی ہے، لیکن ترتیب ابواب نہایت ناقص ہے صفحہ ۲۲ تک جو مضامین نثر درج ہین وہ کسی خاص عنوان کے ماتحت نہین، صفحہ ۲۳ پر "نظم" کا عنوان درج ہے، یہ باب صفحہ ۵۹ تک آیا ہے، اس حصہ مین متفرق نظمین ہین، لیکن غزلیات، ادبیات وغیرہ کو اس حصہ سے الگ رکھا ہے، حالانکہ "نثر" کے مقابلہ مین جب نظم کا اطلاق کیا جاتا ہے تو اسکے تحت مین غزل، قصیدہ، قطعہ، رباعی جملہ اصناف سخن آجاتے ہین، صفحہ ۶۱ سے صفحہ ۷۶ تک کا حصہ "غزلیات" کے زیر عنوان ہے، اور صفحہ ۷۸ سے صفحہ ۸۰۷ تک "سبد گل" کے، حالانکہ اس حصہ مین غزلیات بھی ہین، اور نوعی حیثیت سے ان دونون حصون مین کوئی فرق نہین، اسی طرح اور بھی نقائص ترتیب و تدوین سے متعلق موجود ہین

(۲) اس مجموعہ مین دو ایک شعر ایسے بھی آگئے ہین جنکا اندراج خود مصنف کی متانت، پاکیزہ خیالی، و حسن ذوق کے لئے باعث عار ہے، مثلاً صفحہ ۱۵۹ پر یہ شعر ؎

رنگین سخون نے ذبح کیا دل کو ریل پر — مرنے کو اور جایئے پنجاب میل پر

یا یہ شعر ؎

ہر اسٹیشن پہ دو اک زخم کاری نئے کہاتے ہین — سفر کرتے ہین یا ہم جنگ کے میدان مین جاتے ہین

غنیمت ہے کہ اس قسم کے اشعار کی تعداد دو چار سے زاید نہین ورنہ بدگمان طبایع مین مصنف کی شخصی زندگی سے متعلق خدا معلوم کیا کیا خیالات قائم ہوتے،

(۳) علم و ادب کی دنیا مین افادہ و استفادہ کا سلسلہ برابر قائم ہے، کسی اہل کمال کیلئے

یہ امر مطلق باعث عار نہین ہو سکتا کہ اس نے کسی دوسرے باکمال سے خوشہ چینی کی ہے، البتہ اسکا اعتراف نہ کرنا بیشک قابل اعتراض ہے، حالی کے کمال شاعری مین اس سے مطلق فرق نہین آیا کہ انھون نے غالب و شیفتہ سے مستفید ہونیکا بار بار اعتراف کیا، غالب کے مرتبہ مین اس سے ایک ذرہ کی کمی نہین پیدا ہوئی کہ انھون نے میر کی اولیت و افضلیت کو ایک سے زاید موقع پر تسلیم کیا، ہمارے نوجوان شاعر کو اس وصف مین بھی ممتاز ہونا چاہئے تھا جن لوگون نے ٹیگور کے کلام کا مطالعہ کیا ہے، انہین ایک نظر مین پتہ چل جاتا ہے کہ جوش کس بڑی حد تک ٹیگور سے مستفید ہوے ہین، خصوصاً حصۂ نثر مین، علی ہذا حصہ نظم مین حضرت اکبر کا کلام قدم قدم پر انکے لئے دلیل راہ کا کام دے رہا ہے، خیالات کا توارد الگ رہا بعض مقامات پر مسلّم الفاظ و ترکیبات تک ٹیگور و اکبر کے ہان سے جوش کے ہان منتقل ہوآے ہین، اور حیرت ہے کہ کسی مقام پر اسکا اعتراف اشارۃً بھی نہین کیا گیا ہے، جوش صاحب کا ایک شعر ہے، ؎

چشم جو اس بند ہی مست ہون سوز و ساز سے — ملنے چلا ہون اس طرح حسن جنون نواز سے

حضرت اکبر اس سے بہت پیشتر فرما چکے ہین،

چشم خرد سے عار تھا حسن جنون نواز کو — عقل نے آنکھ بند کی اس نے حجاب اٹھا دیا

کون کہہ سکتا ہے کہ پہلا شعر دوسرے شعر کو سامنے رکھکر نہین کہا گیا ہے، اکبر و ٹیگور کے بعد جابجا کلام عزیز کا رنگ بھی جوش کے ہان جھلکتا ہوا نظر آتا ہے، جوش صاحب کو حضرت عزیز سے نسبت تلمذ رہی ہے، لیکن افسوس ہے کہ ۳۰-۳۱ صفحے کے جس تفصیلی مقدمہ مین جوش صاحب کے ذاتی و خاندانی مناقب کا ایک ایک جزئیہ بیان کیا گیا ہے، اس مین اس "مشورۂ سخن" کے لئے ایک سطر سے زاید جگہ نہ نکل سکی، ان حضرات کے علاوہ کہین

کہین دوسرے شاعرون سے بھی حضرت جوش کو حیرت انگیز توارد ہو گیا ہے، مثلاً صفحہ ۱۴۸ پر جوش صاحب کا یہ شعر درج ہے،

میری وارفتگی معاذ اللہ تم بھی آئے تو کچھ خبر نہوئی

ناظرین معارف کو یاد ہوگا کہ مئی ۱۹ء کے معارف مین ایک غزل اسی زمین مین شایع ہوئی تھی اسکا ایک شعر یہ تھا ؎

اسقدر محویت معاذ اللہ اُنکے آنیکی بھی خبر نہوئی

ان چند اصلاح طلب پہلوؤن سے قطع نظر کرکے کتاب بحیثیت مجموعی نہایت قابل قدر ہے اسکا وجود اردو لٹریچر مین ایک بیش بہا اضافہ ہے، جن لوگون کو اعلیٰ لٹریچر، شاعری، یا فلسفہ تصوف کا کچھ بھی ذوق ہے، ان سب کی جانب سے کلام جوش کا پرجوش استقبال ہونا چاہیے، کاغذ، طباعت، وغیرہ محاسن ظاہری کے لحاظ سے بھی کتاب قابل قدر ہے، قیمت کتاب پر درج نہین، غالباً عہ مین مصنف کے پاس سے ملیح آباد لکھنؤ کے پتہ سے ملیگی،

علوم القرآن، جناب مرزا سلطان احمد صاحب (پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب) کا نام اردو خوان جماعت مین تعارف کا محتاج نہین، وہ ایک مدت دراز سے جمہور کی علمی خدمت انجام دے رہے ہین، علاوہ وقتی مضامین کے وہ متعدد کتابون کے مصنف بھی ہین علوم القرآن انکی ایک تازہ تصنیف ہے،

کتاب کا موضوع یہ ہے کہ قرآن مجید نے علم کو کسقدر عظمت بخشی ہے، اور جو علوم وفنون اسوقت تک دریافت ہو چکے ہین، انکی طرف کسقدر صاف اشارات وتلمیحات سے انسانون کو متوجہ کیا ہے، مصنف نے مقدمہ کے سات تبصرون مین مطلق علم اور قرآن مجید کے باہمی تعلق پر مختلف پہلوؤن سے بحث کی، اور اسکے بعد ۳۳ علوم پر قرآن مجید کے اشارات

وتلمیحات کی تفصیل کی ہے، اور بتایا ہے کہ ان علوم سے قرآن مجید کا کیا منشا ہے،

عربی زبان مین علامہ سیوطی نے اتقان مین قدیم علوم کو اور شیخ الاسلام قسطنطنیہ نے انقلاب ودستور کے بعد جدید علوم کو پیش نظر رکھکر چند ابواب مین ایک رسالہ لکھا ہے، لیکن مرزا صاحب جمہور (پبلک) کے شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اس خاص بحث پر ۲۱۷ صفحون کی ایک مستقل کتاب لکھدی،

مرزا صاحب کے علمی خدمات کے اعتراف کے ساتھ ساتھ ہمکو چند باتین بھی انکی خدمت مین عرض کرنی ہین، انکی تحریرون کے متعلق عام شکایت یہ ہے کہ وہ پیچیدہ ہوتی ہین، دوسری شکایت یہ ہے کہ وہ سیدھی بات کو بھی فلسفۂ تقسیم کے چکر مین ڈال کر رائی سے پہاڑ بنا دیتے ہین، اور صفحے کے صفحے اُسکے نذر ہو جاتے ہین، ہمین خوشی ہے کہ اس کتاب مین لوگون کو اس قسم کی شکایتون کے کم موقع ملین گے،

دوسری بات یہ ہے کہ مصنف نے جو حدیثین نقل کی ہین، افسوس ہے کہ انکا اکثر حصہ صحیح نہین، اگرچہ وہ عوام مین مشہور ہین اسلئے آجکل کی تحریرون مین وہ عام طور سے مستعمل ہین، مثلاً (۱) العلم علمان، علم المعاملة وعلم المکاشفة، (۲) العلم علمان علم الابدان وعلم الادیان، (۳) اطلبوا العلم ولو کان بالصین، (۴) لا فرق بین الانسان والحیوان الا العلم، (۵) العالم کالذھب والمتعلم کالفضة وسائر الناس ????

ایک اور بات یہ عرض کرنی ہے کہ قرآن مجید کی آیتون مین جہان لفظ حکمة مذکور ہے اسکو فلسفہ کا مرادف نہین قرار دینا چاہیئے، نیز اور آیتون مین جہان خدا کے مختلف مظاہر قدرت کا ذکر ہے، انکو خاص خاص علمون مین محدود کرکے دکھانا بھی ہمارے نزدیک صحیح نہین، مصنف نے اس تقریب سے کہ مسلمانون نے قرآن مجید کی انہین تعلیمات سے

متاثر ہوکر فلسفہ اور سائنس مین کسدرجہ ترقی کی تھی، اور انھون نے کسقدر تحقیقات اپنی یادگار چھوڑی ہین، مسلمان فلسفیون کے اور انکی تصنیفات کے نام لکھے ہین، شاید یہ نام کسی انگریزی کتاب کو پیش نظر رکھکر لکھے گئے ہین، اسلئے اُن مین کہین کہین غلطی پائی جاتی ہے

ثابت بن قرّہ کو ثابت بن قرعہ لکھا گیاہے (صفحہ ۳۲) اور پھر مسلمان فلسفیون مین اُسکو دکھایا گیاہے حالانکہ وہ مذہبًا مسلمان نہ تھا، صابئی تھا، صفحہ ۳۵ مین ایک کا نام کتاب الانوعہ لکھاہے، حالانکہ کتاب الانوار ہے، ابویوسف کندی کا مشہور نام یعقوب کندی ہے،

زبان کے معاملہ مین بھی مصنف نے ذرا تساہل سے کام لیاہے، کئی جگہ مثلاً صفحہ ۳۴، ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۹۱ "طبیعات" لکھاہے، حالانکہ یا طبیعیات یا طبعیات لکھنا چاہیئے صفحہ ۵۵ مین عنوان ہے، "پھر کس دنیا سے اسلام بند کرتا ہے" "بند کرتا" کے بجاے "منع کرتا ہے" یا "روکتا ہے" چاہیئے، فارسی اور اردو الفاظ کی یہ ترکیب ناپسندیدہ بلکہ غلط ہے "در بیان رصد در زبان عربی اور سریانی" "در جوار بہاٹا" رسالہ در فرائض اور سنن، "در شمار بقراط دن کے" "اقسام پتھرون مین" وغیرہ، فلاسفی یا فلسفہ کی جگہ فلسفی کا استعمال قطعًا غلط ہے، سبکو معلوم ہے کہ ہمارے مرزا صاحب فلسفی الطبع ہین، اور فلسفہ اور شعر بہت کم یکجا ہوسکتے ہین، اسی لئے جہان جہان آپ نے کسی شعر کو اول بدل کر موقع ومحل کے مناسب بنانا چاہاہے وہ قواعد فن سے آزاد ہوگیاہے یا لفظ کی صحت مشتبہ ہوگئی ہے،

(۱) این قرعۂ فال بنام قرآن بزدند

(۲) زکفرِ عل تو تاریک گشت روی زمین،

(۳) چہ دلاور است زاہد کہ بدنیاے دین فروشد

(۴) قیمتِ غیرت چہ داند ہر کہ خود غیور نیست،

(۵) پڑین پتھر ذکاؤ فہم پر اپنے،

حسب ذیل اشعار لفظ ومعنی اور وزن سب مین صحت کے محتاج معلوم ہوتے ہین،

(۱) ثبوتِ احدیت موجود ہی کثرت سے کثرت مین	عیان ہی آشکارا ہی برنگ بو نہان ہوکر
(۲) کین نہان لصفائی کہ بہ نظر می آید	ہمہ چون لطف نمایان بنظر می آید
(۳) چھوڑ بیٹھے فلسفہ قرآن مجید ہم سربسر	خاتمہ ہی فرض وسنت پر ہی اب قرآن کا

باوجود ان نکتہ چینیون کے ہم مصنف ممدوح کی محنتون کے معترف اور شکرگذار ہین، قرآن مجید کی جن آیتون مین مناظر قدرت کا ذکر ہے، انکو ایک باب مین علٰحدہ علٰحدہ چن کر جمع کرنا اور ان سب پر ترتیبی نظر ڈالنا، اور علمی حیثیت سے ان عجائبات قدرت کی تفصیل کرنا اور ان سے علمی واخلاقی نتائج پیدا کرنا بیحد ضروری ومفید وکارآمد ہے، اور مصنف نے اس فرض کو عمدگی کے ساتھ انجام دیاہے، ہمکو امید ہے کہ قرآن مجید کے شائقین کو یہ تحفہ پسند آئیگا،

لکھائی چھپائی متوسط، ضخامت ۳۱۷، تقطیع ۲۰×۲۶، قیمت عہ، مصنف سے کوٹھی الریاض لاہور سے ملیگی،

مطبوعات جدیدہ

شیخ حسن، مشرق کے ایک مغربی سیاح نے افسانہ کی صورت مین ارواح درو حانیات پر ایک رسالہ لکھا تھا، جناب مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ہماری زبان کے پرانے محسنون مین ہین، شیخ حسن کے نام سے اسکا اُردو ترجمہ کیا ہے، ترجمہ روان اور صاف اور افسانہ دلچسپ ہے، ضخامت ۸۴، تقطیع بڑی، قیمت ۱۲/، پتہ: دفتر کہکشان لاہور،

حدیقۃ الوداد، ابوالاعجاز حکیم سید یوسف حسین صاحب رضوی اختر لکھنوی نے مختلف اسلامی فرقون کی موجودہ نزاعات، اور خصوصًا فرقۂ بوہرہ کے متعلق گذشتہ سال جو تحریرین اخبارات مین چھپی تھین اُنکی تشریح، اور علماے دنیا کے بیان مین حدیقۃ الوداد کے نام سے یہ مثنوی لکھی ہے قیمت معلوم نہین، پتہ: عالم افروز پرنٹنگ پریس نمبر ۹، بمبئی،

ایثار حسین، مرزا سلطان احمد پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے اس نام سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ شہادت کے نتائج و بصائر پر ایک مفید رسالہ لکھا ہے، چھوٹی تقطیع، ضخامت ۴۲، قیمت ۳/،

رُوداد اجلاس ہفتم آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس، اپریل ۲۰ء مین مجلس خواتین اسلام آگرہ مین منعقد ہوئی تھی، اسکی روداد ۴۴۲ صفحات مین چھپکر شائع ہوئی ہے، اسمین اجلاس ہفتم کی عام اور معمولی کاروائیون کی تفصیل کے علاوہ خواتین کی وہ تقریرین، تحریرین اور نظمین بھی درج ہین، جو جلسۂ مذکور مین پڑہی گئیین، روداد مین منشی سعید احمد صاحب مہتمم صغیر فاطمہ نسوان اسکول آگرہ کا تاریخی مضمون آگرہ کی گذشتہ عورتون کی تعلیم پر محققانہ ہے، مضمون نگار نے ۱۸۵۳ء کی ایک تعلیمی رپورٹ نقل کی ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ غدر سے پہلے صوبۂ آگرہ کی مسلمان عورتون مین اب سے کہین زیادہ تعلیم تھی،